آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ۔ لو تمہیں طورِ تسلّی کا بتایا ہم نے

Digitized by Khilafat Library

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۹ — دسمبر سنہ ۱۹۲۰ء — نمبر ۱۲

مطابق ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۹ھ

قیمت سالانہ

[illegible]

فہرست مضامین

ترکِ موالات اور احکام اسلام — ۳۸۶ / ۴۱۹

مغرب کی اقتصادی نجات — ۴۲۰ ۔ ۴۲۵

ریویوز ۔ سرورق صفحہ (ب)

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل شاہی حکیم مولٰنا مولوی نور الدّین صاحبؓ کی مجرّب ادویات

سرمہ لاثانی کمزوری آنکھ - دھند - جالا - سرخی چشم ضعف بصارت آنسوؤں کا جاری رہنا ان امراض کا لاثانی سرمہ۔ **قیمت ۶ ماشہ عہ**

سرمہ برقی:- کمزوری آنکھ - خارش - آنکھوں سے پانی کا آنا - دھند - **قیمت ۶ ماشہ عہ**

مومیائی:- بدن کی طاقت کیلئے اکسیر تمام قوتوں کا مجموعہ کیسی ہی کمزوری ہو اسکے استعمال سے رفع ہو جاتی ہے **قیمت فی تولہ عہ**

معجون کلی بدن کی زردی - کمی خون - دل کا دھڑکنا - معدہ کی کمزوری - سانس کا پھولنا - ان بیماریوں کے لئے اکسیر ہے۔ **قیمت ۲ تولہ عہ**

حب جانا:- تمام بدن کی کھوئی ہوئی طاقت کا واپس لانا ان کا فرض عین ہے۔ کمی خون کو چند یوم میں پورا کر دینا ان کا منصب ہے - تمام پٹھوں کی کمزوری کیلئے ان کے اندر برقی تماشا ہے۔ دماغ کی قوت میں بے مثل ہیں۔ نسیان کو دور کرنا ان کے ہاتھ کا کھیل ہے۔ منگواؤ اور فائدہ اٹھاؤ۔ **قیمت ۴۰ گولیاں عہ**

اٹھرا

کیا آپ پیارے بچے چاہتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے بچی ہمدردی اور فائدہ خلق اللہ کیلئے اس نہایت قابل اور بیدار مغز اور خیر خواہ ہر انسان حکیم الامّت مولٰنا مولوی نور الدّین صاحبؓ شاہی حکیم کا وہ مجرّب المجرّب نسخہ پورے طور پر طیار کیا ہے جس سے کئی گھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے بھرے ہوئے ہیں۔ جو پیارے بچوں سے خالی تھے۔ وہ گھر جب ہوا اسقاط حمل کی وجہ سے یعنی اٹھرا کی بیماری کا نشانہ بن چکے تھے یا جن کی اولاد ہوتے ہی داغ مفارقت دیکر راہ دار البقائے لیتے تھے یا جن کے حمل قبل از وقت ضائع ہو جایا کرتے تھے یا مردہ پیدا ہوتے تھے والدین کے کلیجے صدمے سہتے سہتے مایوس اور ناامید ہو چکے تھے۔ محض خدا تعالیٰ کے فضل سے ان تریاقی گولیوں کے استعمال سے کئی گھر بامراد ہو گئے اور ہو رہے ہیں۔ آپ بھی خدا پر بھروسہ رکھیں۔ اور اکسیر جنین کا استعمال کریں اور پیارے بچوں کی میٹھی میٹھی باتیں سنکر خدا کا شکر کریں۔ ان کے فوائد کے لحاظ سے قیمت بہت کم ہے تاکہ ہر ایک فائدہ اٹھائے ؛

قیمت فی تولہ عہ

ملنے کا پتہ:- نظام جان عبد الرحمن کاغانی قادیان ضلع گورداسپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ترکِ موالات و احکامِ اسلام

(اقتباس از مضمون حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز)

ترکِ موالات کے معنی

کسی سوال کا جواب سمجھنے کے لئے پہلے سوال کا سمجھ لینا ضروری ہوتا ہے۔ اس لئے ترکِ موالات پر غور کرنے سے پہلے اس کے معنوں کو سمجھ لینا چاہیئے۔

موالات کہتے ہیں دوستی کو یا کسی سے مدد لینے یا اسے مدد دینے کو۔ پس ترکِ موالات کے معنی یہ ہوئے کہ اس سے دوستی نہ کی جائے۔ اور نہ اس سے مدد لیجائے نہ اسے مدد دیجائے۔ مولوی محمود الحسن صاحب نے اپنے فتویٰ میں یہی معنی لکھے ہیں۔ پس جب کہا جاتا ہے کہ انگریزی حکومت سے ترکِ موالات کی جائے۔ تو اسکے یہ معنی ہوتے ہیں۔ کہ انگریزی حکومت سے نہ تو تعلق محبت رکھا جائے۔ نہ انسے کسی قسم کی مدد لیجائے۔ اور نہ انکو کسی قسم کی مدد دیجائے۔ مگر ترکِ موالات کے حامی اس لفظ کو اس کے پورے معنوں میں استعمال نہیں کرتے۔ وہ صرف اس بات پر زور دیتے ہیں۔ کہ سر دست انگریزوں کے کالجوں میں تعلیم حاصل نہیں کرنی چاہیئے۔ سوائے میڈیکل کالج وغیرہ علمی کالجوں کے اسی طرح انکی عدالتوں میں مقدمات نہیں لیجانے چاہیئیں۔ وکیلوں کو ان کی عدالت میں وکالت نہیں کرنی چاہیئے انکے دیئے ہوئے خطاب واپس کر دینے چاہیئیں۔

ترکِ موالات کے حق میں دلائل

ترکِ موالات کے سوال پر شرعی نقطہ خیال سے دو طرح بحث ہو سکتی ہے۔ ایک تو یہ کہ کیا اس وقت انگریزوں سے ترکِ موالات کرنا۔ ایک شرعی فرض ہے۔ اور دوسرے یہ کہ کیا شریعت ترکِ موالات سے روکتی تو نہیں۔ اگر بحث اسی حد تک محدود رہتی۔ کہ شریعت نے ترکِ موالات کو منع نہیں کیا۔ تو چنداں فکر کی بات نہ تھی کیونکہ جس کام سے شریعت نہ روکتی ہو۔ نہ اس کا حکم دیتی ہو۔ ہر شخص کا اختیار ہوتا ہے کہ چاہے اسے کرے چاہے نہ کرے۔ مگر اسوقت جو فتوے شائع ہو رہے ہیں ان میں یہ بتایا جاتا ہے۔ کہ شریعت اسلام کے مطابق اسوقت انگریزوں سے موالات کرنی حرام ہے۔ اور جو انسے تعلق رکھتا ہے۔ وہ گویا شریعت کا مجرم ہے جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ مسلمان خیال کرتے ہیں۔ کہ اگر ہم نے

اس تحریک کو قبول نہ کیا۔ تو ہم اسلام سے خارج ہو جاوینگے۔ حالانکہ جیسا کہ میں ثابت کروں گا یہ بات نہیں ہے۔ اسلام کا کوئی حکم ایسا نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو۔ کہ انگریزوں سے ترکِ موالات کرنی ضروری اور فرض ہے؛

جو فتوے کہ اسوقت تک شائع ہو چکے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ مندرجۂ ذیل آیات سے انگریزوں کے ساتھ ترکِ موالات کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے :-

(۱) یاایُّھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا الیھود والنصٰرٰی اولیاء۔ بعضھم اولیاء بعض۔ ومن یتولھم منکم فانہ منھم۔ (مائدہ۔ ع ۸) یعنی اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست اور مددگار مت بناؤ۔ وہ آپسمیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ اور جو کوئی تم میں سے انکو دوست اور مددگار بنائے وہ بھی انھی میں سے ہے (ترجمہ منقول از فتویٰ مولوی محمود الحسن صاحب)

(۲) لایتخذ المؤمنون الکٰفرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذٰلک فلیس من اللہ فی شیءٍ (آل عمران ع ۳) مسلمانوں کو نہیں پہنچتا کہ وہ مومنین کے سوا کافروں کو اپنا دوست یا مددگار بنائیں اور جو ایسا کریگا اسکو اللہ سے کچھ سروکار نہیں (ترجمہ منقول از فتویٰ)

(۳) بشر المنافقین بان لھم عذابا الیما ہ الذین یتخذون الکٰفرین اولیاء من دون المؤمنین۔ ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعا (نساء۔ ع ۲۰) ان منافقین کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو جو مومنین کے سوا کافروں کو اپنا رفیق بناتے ہیں۔ کیا وہ ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں حالانکہ تمام تر عزت خدا کے لئے ہے (ترجمہ منقول از فتویٰ)

(۴) یاایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا الکٰفرین اولیاء من دون المؤمنین اتریدون ان تجعلوا للہ علیکم سلطانا مبینا (نساء۔ ع ۲۱) اے ایمان والو مومنوں کے سوا کافروں کو اپنا یار و مددگار مت بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کا الزام صریح لو۔ (ترجمہ منقول از فتویٰ)

(۵) یاایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا الذین اتخذوا دینکم ھزوا ولعبا من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم والکفار اولیاء واتقوا اللہ ان کنتم مؤمنین (مائدہ۔ ع ۹) اے ایمان والو تم ان اہل کتاب اور کافروں کو اپنا یار و مددگار مت بناؤ جنہوں نے بنا لیا ہے

تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل۔ اور اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو (ترجمہ منقول از فتویٰ)

(۶) تریٰ کثیرا منھم یتولون الذین کفروا لبئس ما قدمت لھم انفسھم ان سخط اللہ علیھم وفی العذاب ھم خالدون۔ ولو کانوا یؤمنون باللہ والنبی وما انزل الیہ ما اتخذوھم اولیاء ولکن کثیرا منھم فاسقون (مائدہ ع ۱۱) ان میں سے بہت سے تم ایسے دیکھو گے جو رفیق بنتے ہیں کافروں کے۔ بے شک برا ہے جو آگے بھیجا ہے انہوں نے خود اپنے لئے کہ اللہ کا غضب ہے ان پر اور وہ ہمیشہ عذاب ہیں ہیں اور اگر یقین رکھتے وہ اللہ پر اور نبی پر اور جو نبی کی طرف اتارا گیا اس پر تو کافروں کو رفیق نہ بناتے لیکن ان میں بہت سے نافرمان ہیں (ترجمہ منقول از فتویٰ)

(۷) لاتجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ ویدخلھم جنٰت تجری من تحتھا الانھار خٰلدین فیھا رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ اولٰئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون (مجادلہ۔ ع ۳) نہیں پاؤ گے تم کسی قوم کو جو یقین رکھتی اللہ پر اور قیامت کے دن پر کہ وہ دوستی کرے انسے جنہوں نے مقابلہ کیا اللہ کا۔ اور اس کے رسول کا۔ اگرچہ وہ انکے باپ یا بیٹے یا بھائی یا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو ایسے ہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کردیا ہے اور اپنی روح سے انکی مدد فرمائی اور انکو داخل کریا باغ بہشت میں جسکے نیچے بہتی ہیں نہریں جسمیں وہ ہمیشہ رہینگے اللہ انسے خوش۔ اور وہ اللہ سے خوش۔ یہ جماعت ہے اللہ کی۔ یاد رکھو کہ خدا کی جماعت ہی کامیاب ہوتی ہے (ترجمہ منقول از فتویٰ)

(۸) یاایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودۃ وقد کفروا بما جاءکم من الحق (ممتحنہ۔ ع ۱) اے ایمان والو میرے دشمن اور اپنے دشمن کو رفیق مت بناؤ پیغام بھیجتے ہو تم ان کی طرف دوستی کا حالانکہ وہ منکر ہوئے ہیں اس سچائی سے جو تمہارے پاس بھیجی ہے (ترجمہ منقول از فتویٰ)

ان آیات سے استنباط کر کے یہ فیصلہ دیا گیا ہے۔ کہ چونکہ انگریزوں نے مسلمانوں سے جنگ کی۔ اور

پھر ان میں سے بعض کو پکڑ کر جلاوطن کر دیا۔ اور بعض علاقوں سے مسلمانوں کی حکومت کو اٹھا دیا جو وہ بھی اخراج کا حکم رکھتا ہے۔ اور مسلمانوں سے یہ لوگ عداوت رکھتے ہیں۔ اور ان کے دین کو حقیر خیال کرتے ہیں۔ اس لئے ان سے ترکِ موالات کرنی ضروری ہے ؛

کونسے کافروں سے ترکِ موالات کرنی چاہیئے

اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار سے دوستی کرنیسے منع فرمایا ہے۔ اور انکی مدد کرنی یا انسے مدد لینی جائز نہیں رکھی۔ مگر ساتھ ہی اسمیں بھی کوئی شک نہیں۔ کہ ہر ایک کافر کی نسبت یہ حکم نہیں ہے کہ اس سے دوستی نہ کیجاوے یا یہ کہ اس کے ساتھ موالات نہ کیجائے۔ چنانچہ خود مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندی نے اپنے فتویٰ میں۔ اور مولوی کفایت اللہ صاحب دہلوی نے اپنے لیکچر میں بیان کیا ہے کہ ہندوؤں سے موالات جائز ہے حالانکہ یہ دونو قومیں قرآن کریم کے رُو سے کفار میں شامل ہیں — پس جب ہندوؤں سے جو گو سیاسی طور پر انگریزوں سے ہمارے زیادہ قریب ہیں۔ کیونکہ ہمارے اہل وطن ہیں لیکن مذہبی طور سے مسیحیوں کی نسبت ہم سے دُور ہیں۔ کیونکہ مسیحی ان اہل کتاب میں سے ہیں جنکا قرآن کریم نے نام لیکر ذکر کیا ہے۔ اور اہل ہنود اگر اہل کتاب میں سے ہیں تو اس طبقہ میں سے ہیں جنکا ذکر قرآن کریم نے نام لیکر نہیں کیا۔ اسی طرح مسیحی بہت سے انبیائے کرام علیہم السّلام کو مانتے ہیں۔ اور صرف ہمارے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں۔ حالانکہ ہندو صاحبان بہت سے انبیائے کرام کی نبوّت کے منکر ہیں۔ پس مذہبی نقطۂ خیال سے مسیحی ہندوؤں کی نسبت ہمارے زیادہ قریب ہیں۔ اور جب کسی مسئلہ پر مذہبی طور پر غور کرنا ہو۔ تو مذہبی نقطۂ خیال ہی کو مدِّ نظر رکھنا ہوگا۔ اندریں حالات اگر ہندوؤں یا سکھوں سے موالات ہو سکتی ہے۔ تو مسیحیوں سے بدرجۂ اولیٰ ہو سکتی ہے ؛

کہا جاتا ہے۔ کہ گو ہنود مسیحیوں سے مذہباً زیادہ دُور ہیں۔ لیکن ہنود میں وہ بات نہیں پائی جاتی۔ جسکی وجہ سے ترکِ موالات فرض ہوتی ہے۔ پس قرآن کریم کے حکم کے مطابق انسے موالات کرنا منع نہیں ہے بلکہ اچھا ہے۔ اور اسکی تائید میں سورۂ ممتحنہ کی یہ آیت پیش کیجاتی ہے لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدّین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبرّوھم و تقسطوا الیھم ان اللہ یُحبُّ المقسطین۔ (ممتحنہ ع ۲) یعنی اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں سے جو تم سے لڑے نہیں اور

جنہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔ نیکی کرنے یا انصاف کا معاملہ کرنے سے منع نہیں کرتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ تو انصاف کرنیوالوں کو پسند کرتا ہے۔" مگر ہم سوال کرتے ہیں۔ کہ یہی آیت انگریزوں سے بھی ترکِ موالات کرنیسے روکتی ہے اور انسے معاملات کا سلسلہ جاری رکھنے کی ہدایت کرتی ہے۔ تو پھر ان سے ترکِ موالات کرنیکا کیوں فتویٰ دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اگلی ہی آیت میں فرمایا ہے۔ کہ صرف انہی لوگوں سے ترکِ موالات کیجا سکتی ہے۔ جو مسلمانوں سے دین کے بارہ میں لڑے ہوں یا جنہوں نے انکو اپنے ملکوں سے نکالدیا ہو یا دوسرے لوگوں کو انکے نکالنے میں مدد دی ہو جیسا کہ فرماتا ہے:- انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علیٰ اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم فاولٰئک ھم الظالمون۔ (ممتحنہ ع ۲) یعنی اللہ تعالیٰ تم کو صرف ان لوگوں سے دوستی کرنیسے روکتا ہے۔ جو تم سے دین کے متعلق لڑے ہوں یا انہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نکالدیا ہو یا تمہارے نکالنے میں مدد دی ہو۔ اور جو کوئی ایسے لوگوں سے دوستی کرے وہ ظالموں میں سے ہے۔" اب ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے کہ نہ تو انگریز مذہب کی خاطر مسلمانوں سے لڑے ہیں۔ اور نہ انہوں نے مسلمانوں کو مجبور کیا ہے۔ کہ وہ یا تو اپنا دین چھوڑیں یا اپنے ملک سے نکل جاویں۔ اور نہ انہوں نے اس کام میں دوسرے لوگوں کی مدد کی ہے۔ میں نے گھر سے نکالنے کے متعلق بھی مذہب کی شرط لگائی ہے۔ اسلئے کہ میرے نزدیک یہ شرط ضروری ہے کیونکہ کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ اگر کوئی حکومت کسی مسلمان کو کسی دنیاوی جرم کی سزا میں ملک بدر کردے۔ تو مسلمانوں کو اس حکومت سے ترکِ موالات کا حکم ہو جاتا ہے اسی دھوکے میں پڑ کر حضرت عثمانؓ کے دشمن آپ کے خلاف لوگوں کو لڑائی کے لئے اکساتے تھے۔ انہوں نے بعض لوگوں کو ملک بدر کر دیا تھا اور انکے دشمن کہتے تھے۔ کہ اس نے مسلمانوں کو انکے گھروں سے نکالدیا ہے اس لئے اس کا مقابلہ جائز ہے *

مگر ہمیں اس معاملہ میں قیاس کی بھی ضرورت نہیں۔ خود قرآن کریم نے اس مسئلہ کو صاف کر دیا ہے کہ اخراج سے مراد صرف وہ اخراج ہے۔ جو اس لئے کیا گیا ہو کہ اس نے فلاں دین کو قبول کر لیا ہے۔ چنانچہ اس اخراج کی تشریح جس کا اس آیت میں جو اوپر گذر چکی ہے ذکر ہے

سورہ حج میں اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں فرماتا ہے اُذِنَ للذین یُقٰاتلُونَ بانہم ظلموا وان اللہ علےٰ نصرھم لقدیر الذین اُخرِجوا من دیارھم بغیر حقٍ الاّ ان یقولوا ربنا اللہ (حج ع ۶) یعنی اجازت دیگئی ہے جنگ کرنیکی ان لوگوں کو کہ جن سے جنگ کیجاتی ہے بسبب اسکے کہ انپر ظلم کیئے گئے ہیں اور اللہ تعالےٰ ضرور انکی مدد پر قادر ہے وہ لوگ جنکو انکے گھروں سے اسلیئے نکالا گیا کہ انہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے" یعنی وہ مشرک نہ تھے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے۔ کہ سورۂ ممتحنہ کی آیت میں واخرجوکم کی آیت سے یہی مراد ہے۔ کہ مذہبی غرض کے طور پر اسی قوم سے ترکِ موالات فرض ہوتی ہے جنہوں نے کسی قوم کو کسی خاص مذہب کے قبول کرنے کی وجہ سے ملک بدر کر دیا ہو ؏

غرض سورۂ ممتحنہ کی یہ آیت جسکو ہندوؤں کے ساتھ دوستی رکھنے کی تائید میں پیش کیا جاتا ہے اس سے صرف ہندوؤں ہی سے موالات رکھنے کی اجازت نہیں نکلتی بلکہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ترکِ موالات صرف اور صرف ان لوگوں سے کیجانی چاہیئے جو مسلمانوں سے اسلام لانیکے الزام میں لڑے ہوں۔ اور اسلام سے پھرانے کے لیئے جنگ کرتے ہوں یا ان کو اس لیئے گھروں سے نکالتے ہوں۔ کہ وہ کیوں ایک خدا کی پرستش کرتے اور سچے دین کو قبول کرتے ہیں۔ یا اس فعل میں دوسروں کے مددگار ہوئے ہوں۔ اور چونکہ یہ تینوں باتیں انگریزوں میں نہیں پائی جاتیں۔ اسلیئے ان سے ترکِ موالات درست نہیں ؏

کیا ترکوں سے مذہبی جنگ کی گئی؟

کہا جاتا ہے کہ ترکوں سے جنگ ایک مذہبی جنگ تھی لیکن یہ خیال درست نہیں۔ کیونکہ جنگ اصل میں ترکوں سے نہ تھی بلکہ اصل جنگ جرمن سے تھی۔ ترک تو بعد میں جاکر شامل ہوئے ہیں اور جرمن مسیحی مذہب کے ہیں۔ اسی طرح انکے حلیف آسٹریا والے بھی۔ پس یہ جنگ خالص دنیاوی تھی۔ اور اسے مذہبی جنگ کی صورت میں نہیں کہا جا سکتا۔ نہ ابتداء کے لحاظ سے نہ انجام کے لحاظ سے۔ مذہبی جنگ تو اسے کہتے ہیں جس جنگ کی غرض یہ ہو کہ کسی مذہب کے ماننے والوں سے اُس مذہب سے توبہ کرائی جائے اور اسوقت تک اس جنگ کو بند نہ کیا جاوے

جبتک مخالف اپنے مذہب سے توبہ نہ کرلیں۔ جیسا کہ قرآن کریم کفار کی جنگوں کی نسبت فرماتا ہے
لَا یَزَالُوْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ حَتّٰی یَرُدُّوْکُمْ عَنْ دِیْنِکُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا۔ یعنی کفار ہمیشہ تم سے
لڑتے رہینگے تاکہ تم کو اپنے دین سے مرتد کر دیں اگر انکی طاقت ہو۔ یعنی گو تمہارا مرتد کر دینا تو ان کی
طاقت سے باہر ہے مگر کفار کی غرض تم سے لڑنے سے یہی ہے کہ اگر ان کا بس چلے تو تم کو مرتد کر دیں
چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ گو کفار اپنے بد ارادہ میں تو خدا کے فضل سے ناکام رہے اور
مسلمانوں پر فتح نہ پا سکے۔ مگر اِکّا دُکّا آدمی جو اِنکے قبضہ میں آگیا ہے تو انہوں نے اپنی
طرف سے اسکو مرتد کرنیکی پوری کوشش کی ہے۔ بلالؓ ابو جندلؓ اور یاسرؓ کی مثالیں اس امر پر
کافی سے زیادہ روشنی ڈالتی ہیں۔ لیکن انگریزوں کے خلاف انہیں سے ایک بات بھی ثابت نہیں
ہوتی۔ وہ مذہب اسلام سے پھرانے کے لئے جنگ نہیں کرتے اگر کرتے ہیں تو دنیاوی اغراض
کے لئے کرتے ہیں۔ ہم لوگ مُدّت دراز سے انکے زیر حکومت بسر کر رہے ہیں کیا کوئی شخص ثابت
کرسکتا ہے کہ ایک شخص کو بھی انہوں نے جبراً مسیحی بنایا ہو؟ اور کیا عراق اور شام کے لوگوں
کو انہوں نے جبراً مسیحی بنانے کی کوشش کی ہے؟ پھر کیا انہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں
کو یا عراق یا شام کے مسلمانوں کو مجبور کیا ہے کہ یا مسیحی ہو جاؤ یا ان علاقوں سے نکل جاؤ؟
ہم تو خود انکے اپنے ممالک میں جا کر تبلیغ اسلام کرتے ہیں اور انہیں سے بعض سعید روحیں
اسلام کو قبول بھی کرتی ہیں۔ لیکن کبھی وہ اس امر سے ہمیں نہیں روکتے کہ کیوں مسیحیوں
کو ہم مسلمان بناتے ہیں۔ کجا یہ کہ مسلمانوں کو جبراً عیسائی بنا دیں؟

پھر جب کوئی شرط بھی مسیحیوں میں ایسی نہیں پائی جاتی کہ جس کی وجہ سے ان سے
ترک موالات فرض ہو تو پھر ہندوؤں سے موالات اور انگریزوں سے ترک موالات
کرنیکا فتویٰ دینے کا باعث کیا ہے؟ ان آیات سے تو صاف یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو
ہندوؤں سے بھی اور سکھوں سے بھی اور انگریزوں سے بھی موالات کرنی چاہیئے اور
ہمدردی سے اور انصاف سے پیش آنا چاہیئے اور صرف ان لوگوں سے موالات ترک کرنی چاہیئے
جو یا تو اسلام سے پھرانے کے لئے جنگ کریں یا اسلام سے نہ پھرنے والے کو ملک سے نکال دیں یا

اس کام میں دوسروں کی مدد کریں ٭

شاید بعض لوگ کہدیں کہ انگریزوں نے بعض ایسے لوگوں کو جلاوطن کیا ہے جو مثلاً خلافت کی تائید کرتے تھے اور ایسے ہی کاموں میں حصہ لیتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مذہبی دست اندازی سے صرف خالص مذہبی مسائل میں دخل اندازی مراد ہے نہ کہ اُن مسائل میں جنکے ساتھ سیاست بھی شامل ہو۔ مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ میرا یہ مذہب ہے کہ فلاں قوم کو قتل کردینا چاہیئے تو اس کے اس خیال کو مذہبی سوال نہیں سمجھا جاویگا۔ بلکہ چونکہ قتل ایک ایسا فعل ہے جس کا دوسرے شخص سے بھی تعلق ہے۔ اس لئے اس شخص کو اجازت نہ دیجاویگی۔ کہ اسکو قتل کردے۔ اور اگر وہ دوسرا شخص حاکم ہے۔ تو اس کا اختیار ہوگا کہ ایسے شخص کو گرفتار کرے اور اس کے اس فعل کو کوئی شخص مذہبی دست اندازی نہیں کہہ سکتا۔ مذہبی دست اندازی صرف ایسے ہی افعال میں تصرف کرنے کو کہہ سکتے ہیں جو صرف اس شخص کی ذات سے تعلق رکھتے ہوں جس نے وہ فعل کرنا ہے اور حکومت کا اس کے اندر دخل نہ ہو۔ یعنی اس فعل کی سزا یا جزا کو خدا تعالیٰ نے حکومت کے ذمہ نہ رکھا ہو۔ اسی وجہ سے گو مدت ہائے دراز سے ہندوستان میں انگریز زانی کو رجم نہیں کرتے چور کے ہاتھ نہیں کاٹتے۔ مگر مسلمان اسکے خلاف کبھی شور نہیں مچاتے کہ یہ مذہبی دست اندازی ہے اور نہ کبھی اُنہوں نے اسکے خلاف ترکِ موالات کی تحریک کی۔ کیونکہ یہ کام انسان کی اپنی ذات سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ دوسروں سے تعلق رکھتے ہیں اور کسی شخص کے مذہبی خیالات کے مطابق دوسروں کو مجبور نہیں کیا جاسکتا ہے پس جب انگریزوں کے نزدیک خلافت کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتی کیونکہ وہ مسلم ہی نہیں ہیں اور خصوصاً جبکہ اُنہوں نے اپنی خلافت سے بھی دنیاوی شان و شوکت علیحدہ کرلی ہے تو اُسے یہ امید رکھنا کہ اگر ہم لوگ خلافت کے لئے جدوجہد کریں جسکے دوسرے لفظوں میں یہ معنی ہونگے کہ ہم ان کے زیر اقتدار ممالک میں سے جن پر انہوں نے جائز طور پر یا ناجائز طور پر قبضہ کرلیا تھا۔ نکالدیں تو وہ خاموش رہیں۔ کس طرح درست ہوسکتا ہے۔ یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ ہم کوئی ایسا فعل کریں جو ان کے دنیاوی مفاد کے لئے مضر ہو تو

وہ صرف اس لئے کہ وہ ہمارا مذہبی مسئلہ ہے خاموش بیٹھے رہیں اس طرح تو ان کی کیا کوئی حکومت بھی نہیں چل سکتی پس بعض مسلمانوں کو جو جلاوطن کیا گیا تھا تو اس کی یہ وجہ نہ تھی کہ وہ لوگ اسلام پر کیوں ایمان لائے تھے بلکہ یہ وجہ تھی کہ ان لوگوں کے افعال گورنمنٹ برطانیہ کے نزدیک اس کے سیاسی فوائد کے لئے مضر تھے ورنہ کیا وجہ ہے کہ اور کروڑوں مسلمان اس کی حکومت کے نیچے بستے ہیں وہ انکو جلاوطن نہیں کرتی یا قید نہیں کرتی ؁

خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہی آیت جس سے ترک موالات کے حامی انگریزوں سے ترک موالات کا فتویٰ اور ہندوؤں سے موالات کا حکم نکالتے ہیں ان کے دعویٰ کو غلط ثابت کرتی ہے اور دوسری آیات اسی مضمون کی تائید کرتی ہیں ؁

اس جنگ میں لڑنے والے کون تھے اور اسوقت مفتی کیوں خاموش رہے؟

علاوہ ازیں یہ بھی تو سوچنا چاہیئے کہ جس جنگ کا انگریزوں پر الزام لگایا جاتا ہے اسمیں لڑنیوالے کون تھے؟ خود ہندو اور سکھ اور مسلمان ہی تھے جنہوں نے جاکر ترکوں کو مارا۔ اگر یہ جنگ فی الواقع مذہبی جنگ تھی تو مسلمان ترکوں کے مخالف لڑنے کے لئے کس طرح گئے اور ہندوستان کے ہزاروں مولوی اسوقت کہاں گئے ہوئے تھے؟ اگر مان بھی لیا جاوے کہ بعض کو گورنمنٹ نے خاموش رکھنے کے لئے قید کردیا تھا تو بھی باقی ہزاروں علماء تھے انمیں سے کوئی کیوں نہ بولا؟ یہ عجیب ذہول ہوا کہ خود اپنے ہاتھوں سے ملک فتح کیا اور پانچ سال کے عرصہ میں کسی کو خیال نہ آیا۔ کہ انگریز تو مذہبی جنگ کر رہے ہیں ان سے تو علیحدہ رہنے کا ہمیں حکم ہے بلکہ ان سے تو بات کرنی بھی جائز نہیں۔ ذرا سوچو تو سہی کہ کیا اس وقت جنگ کر کے اب ترکوں کی حمایت کرنا اور ان کے خلاف جنگ کو مذہبی جنگ قرار دینا۔ کہیں مسلمانوں کو اس فتویٰ کے نیچے تو نہیں لے آتا ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ (بقرہ۔ ع ۱۰) یعنی اللہ تعالےٰ یہودیوں سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ پھر تم وہ لوگ ہو کہ اپنی جانوں کو قتل کرتے ہو یعنی اپنے

ہم مذہبوں کو) اور اپنے میں سے ایک گروہ کو ان کے گھروں سے نکالتے ہو اور انکے خلاف گناہ اور زیادتی کے معاملات میں لوگوں کی مدد کرتے ہو۔ اور اگر تمہارے پاس وہ قید ہو کر آجاویں۔ تو پھر تم انکو فدیہ دیکر آزاد کرانا چاہتے ہو۔ حالانکہ انکا نکالنا ہی تمہارے لئے حرام تھا۔ کیا تم کتاب کے کچھ حصہ پر ایمان لاتے ہو اور کچھ حصہ کا انکار کرتے ہو۔"

اب میں کافی طور پر ثابت کر چکا ہوں کہ وہ آیت جسے ترکِ موالات کے مفتیوں نے ہنود سے دوستانہ تعلق رکھنے کے جواز میں پیش کیا ہے اسی سے انگریزوں سے موالات کرنا جائز ثابت ہوتا ہے۔ پس مفتی صاحبان نے فتویٰ دینے میں غلطی کی ہے اور قرآن کریم کے صریح الفاظ کی موجودگی میں اصول اسلام کے خلاف فتویٰ دیدیا ہے اور ایسا فتویٰ مسلمانوں کے لئے قابل عمل نہیں بلکہ اسپر عمل کرنا ناجائز ہے۔

تمام آیات پیش کردہ پر ایک اجمالی نظر ڈالنے کے بعد میں تفصیلی طور پر ان آیات کے مضمون پر نظر ڈالنی چاہتا ہوں تاکہ حقیقت کے طالبوں کو یہ معلوم ہو جاوے کہ وہ آیتیں اپنی ذات میں بھی اس دعویٰ کی تصدیق نہیں کرتیں جو بعض علماء کے فتویٰ میں پیش کیا گیا ہے۔

آٹھ آیات ہیں جو ترکِ موالات کی تائید میں پیش کی گئی ہیں میرے نزدیک یہ تین قسام میں تقسیم ہیں اور تینوں کے متعلق ہمیں الگ الگ غور کرنا چاہیئے مولوی محمود الحسن صاحب نے اپنے فتویٰ میں خود تحریر فرمایا ہے کہ قرآن کریم میں جو لفظ تَوَلّیٰ کا استعمال ہوا ہے اس کے معنی وہ دوستی اور مدد کے کرتے ہیں پس دیکھنا چاہیئے کہ آیا یہ دونو معنی تمام آیات میں چسپاں ہوتے ہیں یا مختلف آیات میں مختلف معنی چسپاں ہوتے ہیں۔ کیونکہ بسا اوقات ایک لفظ جو کئی معنی رکھتا ہو کسی فقرہ میں ایک معنی میں استعمال ہوتا ہے اور کسی میں دوسرے معنی میں اور کسی میں دونو معنوں میں۔ پس صرف لغت دیکھنا کافی نہ ہوگا۔ بلکہ ان آیات پر بھی غور کرنا ہوگا۔ کہ انہیں یہ لفظ اپنے متعدد معنوں میں سے کس معنی میں استعمال ہوا ہے یا یہ کہ سارے ہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ میرے نزدیک ان آیات میں یہ لفظ دو مختلف صورتوں میں استعمال ہوا ہے۔ بعض میں تو دوستی اور امداد۔ دونو معنوں میں استعمال

ہوا ہے اور بعض میں صرف دوستی کے معنوں میں استعمال ہوا ہے امداد کے معنی ان آیات میں مدنظر نہیں ہیں۔ جو آٹھ آیتیں پیش کی جاتی ہیں ان میں سے پانچ میں تو دوستی اور امداد کے معنی ہیں اور دو میں دوستی کے۔ ایک آیت بالکل جداگانہ حیثیت رکھتی ہے۔ جس کا میں سب سے آخر میں ذکر کرونگا؛

سب سے پہلے میں ان آیات کو لیتا ہوں جن میں دوستی اور امداد کے معنوں میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ اور بتاتا ہوں۔ کہ انکا اطلاق ہرگز اس زمانہ کے حالات پر نہیں ہوسکتا۔ اور انگریزوں کے خلاف انکے احکام کی بنا پر فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔ اس قسم کی آیات میں سے پہلی آیت یہ ہے لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰہِ فِیْ شَیْءٍ (آل عمران۔ ع ۳) یہ آیت مفتیوں نے پوری نہیں لکھی۔ اسکے ساتھ کا حصہ جو اس کے معنوں پر روشنی ڈالتا ہے یہ ہے اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْھُمْ تُقٰۃً ۭ وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ ۭ وَاِلَی اللّٰہِ الْمَصِیْرُ ۔ جو حصہ ترک موالات کے حامیوں نے لکھا ہے اسکا ترجمہ خود انہی کے الفاظ میں یہ ہے ۔"مسلمانوں کو نہیں پہنچتا کہ وہ مومنوں کے سوا کافروں کو اپنا دوست مددگار بنائیں۔ اور جو ایسا کریگا اسکو اللہ سے کچھ تعلق نہیں۔" اس آیت میں کہیں بھی یہ ذکر نہیں کہ مسیحیوں یا یہودیوں سے ایسا سلوک نہ کرو بلکہ بلاشرط حکم ہے کہ جو بھی کافر ہو اس سے دوستی نہ رکھو۔ پس اس آیت سے یہ فتویٰ نکالنا کہ انگریزوں ہی سے ترک موالات کیجاوے درست نہیں۔ بلکہ اس آیت کے ماتحت تو سب ان لوگوں سے جو اسلام کا دعویٰ نہیں کرتے ترک موالات کرنی پڑیگی؛

ایک ضمنی سوال اور اس کا جواب

اگر کہا جاوے کہ قرآن کریم کے دوسرے مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک کافر سے ترک موالات کا حکم نہیں۔ بلکہ خاص کفار سے ہے ان آیات کو اس آیت سے ملاکر ہم ایسا فتویٰ دیتے ہیں تو یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ انگریزوں کے متعلق فیصلہ دیتے وقت بھی ہمیں انہی آیات کو مدنظر رکھنا پڑیگا۔ یہ درست نہ ہوگا۔ کہ دوسرے لوگوں کے متعلق فیصلہ کرتے وقت تو ان آیات کو مدنظر رکھا جاوے۔ اور انگریزوں کے متعلق فتویٰ

دیتے وقت ان کو مدِنظر رکھا جاوے۔ اور یہ میں پہلے بتا آیا ہوں کہ جو شرائط دوسری آیات میں ترک موالات کے لئے بتائی گئی ہیں وہ جس طرح اسوقت کے ہندوؤں میں نہیں پائی جاتیں۔ اسی طرح انگریزوں میں بھی نہیں پائی جاتیں ؛

علاوہ ازیں یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ خود اس آیت کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم ان حربی کفار کے متعلق ہے جن سے دین اسلام کے متعلق جنگ ہو رہی ہو۔ چنانچہ اس سے چند آیات پہلے اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر کا ذکر فرمایا ہے۔ اور جنگ بدر کے ساتھ ہی بلکہ اس سے بھی کچھ عرصہ پہلے سے کفار کے ساتھ جنگ شروع ہو گئی تھی۔ اور اسی طرح جنگ بدر کے بعد یہود کے بعض سرداروں سے بھی فساد پیدا ہو گیا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ اس آیت میں انہی لوگوں سے جو برسرِ جنگ ہوں تعلق رکھنے سے منع فرماتا ہے اور ان سے دوستی رکھنے یا ان کو فوائد مسلمانان کے خلاف مدد دینے یا ان سے مدد لینے سے منع فرماتا ہے بلکہ خود اس آیت میں بھی یہی مضمون ہے، کیونکہ اسی آیت کے اس حصہ میں جسے مفتی صاحبان نے فتویٰ میں درج نہیں کیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَ یُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ (آل عمران ع ۳)
یعنی کفار سے دوستی نہ کرو سوائے اسکے کہ بچو انسے اچھی طرح اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اسی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے"

اس آیت کے عام طور پر یہ معنی کیئے جاتے ہیں کہ جس وقت جنگ میں یا جب کفار غالب ہوں کسی سے جبراً کوئی کلمہ کفر کا کہلوایا جاوے۔ تو وہ ایسا کلمہ کہدے اسکو اجازت ہے۔ چنانچہ سعید بن الجبیر کا قول ہے لیس فی الامان التقیۃ انما التقیۃ فی الحرب یعنی تقیہ امان میں نہیں ہوتا بلکہ لڑائی میں ہوتا ہے اسی طرح ابن عباس کا قول ہے کہ تقیہ مخافت الناس کے وقت ہوتا ہے اسی طرح دیگر مفسرین کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حصۂ آیت جنگ کے ایام پر دلالت کرتا ہے جب مسلمانوں کو جبراً اسلام سے نکالا جاتا ہو۔ اور زبردستی پکڑ کر ان سے اسلام سے بیزاری کا اعلان کروایا جاتا ہو۔ اور اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ ایسے کفار سے تعلقات رکھنا گویا خود اسلام کے چھوڑنے کی خواہش کرنا ہے مگر کیا کوئی بتا سکتا ہے؟ کہ انگریز جبراً پکڑ پکڑ کر لوگوں کو

تقیہ کے متعلق سلف و خلف کا فتویٰ

اسلام سے توبہ کرا کے مسیحی بناتے ہیں اگر نہیں تو آیت سے ان کے خلاف عدم تعاون کا فتوےٰ نکالنا کس طرح درست ہو سکتا ہے؟ اس آیت کا وہ حصہ جسے مفتیوں نے غلطی سے چھوڑ دیا ہے صاف بتا رہا ہے کہ ترکِ موالاتِ الٰہی کافروں سے ہونی چاہیئے جو جبراً اسلام سے پھراتے ہوں اور کفر کا انکار کراتے ہوں ؛

گو یہ بات اس مضمون سے تعلق نہیں رکھتی۔ لیکن چونکہ یہ آیت مضمون میں آگئی ہے اور مجھے ایک ایسے معنی اس آیت کے لکھنے پڑے ہیں جو عام طور پر اسوقت کے مسلمانوں میں رائج ہیں اس لئے مَیں اسقدر ضرور کہدینا چاہتا ہوں کہ مَیں اس آیت کے ان معنوں کا قائل نہیں بلکہ میرا مذہب امام احمد بن حنبل کی طرح یہ ہے کہ اذا اجاب العالم تقیۃ والجاھل یجھل فمتی یتبیّن الحق والّذی نقل الینا خلفاً عن سلفٍ انّ الصّحابۃ وتابعیھم وتابعی تابعیھم بذلوا انفسھم فی ذات اللّٰہ وانھم لاتأخذھم فی اللّٰہ لومۃ لائمٍ ولاسطوۃ جبارٍ ظالم یعنی جب واقف آدمی لوگوں سے ڈر کر کوئی غلط بات کہدے۔ اور جاہل کو معلوم ہی نہ ہو تو حق پھر کب ظاہر ہوگا۔ اور جو کچھ بھی ہمیں پچھلے بزرگوں سے ابتدائی زمانہ کے بزرگوں کے متعلق روایت پہنچی ہے وہ تو یہی ہے کہ صحابہؓ اور تابعی اور ان کے تابعی خدا کے واسطے اپنی جانیں قربان کر دیتے تھے۔ اور ملامت کرنیوالے کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے اور نہ ظالم اور جابر کے حملہ اور اس کی گرفت سے ڈرتے تھے ؛" اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ نہ صرف حضرت احمد بن حنبل اپنے خیال کو ظاہر کرتے ہیں۔ بلکہ وہ اس زبردست تاریخی شہادت کی بناپر جو انکے علم حدیث کے امام ہونے کے لحاظ سے انکے زیر نظر تھی۔ صحابہؓ کو بھی اپنا ہمخیال بتاتے ہیں اور واقعہ یہی ہے کہ ایک دو صحابیوںؓ کے جو اقوال بیان کیئے جاتے ہیں۔ انہیں سے بعض کا تو مطلب ہی نہیں سمجھا گیا اور بعض کی روایت نہایت کمزور ہے ؛

اس آیت کے اصل معنی یہی ہیں کہ خدا تعالیٰ تم کو حربی کفار سے دوستی رکھنے کی اجازت نہیں دیتا۔ ہاں اسکے مقابل میں یہ فرماتا ہے کہ تم ان سے ہر طرح بچتے رہو اور ان کے مقابلہ کا سامان تیار کرو۔ اِتّقٰی کے معنی حفاظت کا سامان جمع کرنے کے بھی ہیں اور اگلا حصہ وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ

نفسہ انہی معنوں کی تصدیق کرتا ہی کیونکہ اگر آیت کے یہ معنی ہیں کہ اے لوگو تم کفار سے دوستی نکرو ہاں زبردستی کریں تو انکے ضرر کے ڈر سے انہی کی سی بات کہدو۔ اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے“ تو اس کا ایک حصہ دوسرے کا مخالف ہو جاتا ہے۔ جب دین کے معاملہ میں بھی بندوں سے ڈرنے کا وہ حکم دیتا ہے“ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تو پھر اپنے ڈر پر زور دینے کا کیا مطلب ہوا؟ پس اصل مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں سے فرماتا ہے کہ اے مومنو! حربی کفار سے دوستی نہ کرو بلکہ اس کے مقابلہ میں انکے شر سے بچنے کے لئے سامان حفاظت جمع کرو اور ان سے نہ ڈرو بلکہ اللہ سے ڈرو۔ کیونکہ ڈرنے کے قابل اسی کی ذات ہے، اور اگر ایسا نہ کرو گے تو آخر ایک دن اسی کے حضور پیش ہونا ہے اپنے کئے کی سزا پاؤ گے۔ سورۂ نحل کی اس آیت کی موجودگی میں جسمیں جبر کے ماتحت کلمۂ کفر کہنے والے کو بھی گنہگار قرار دیا ہے اور خدا کے راستہ میں ہجرت کرنے اور اسکے دین کے لئے تکالیف اٹھانے کے بعد اسکے معاف کرنیکی امید دلائی ہے۔ ان معنوں کے سوا کوئی اور معنی اس آیت کے کئے ہی نہیں جا سکتے۔ اس ضمنی سوال کا جواب دینے کے بعد پھر اصل مضمون کی طرف لوٹتا ہوں ؛

ترک موالات کی تائید میں دوسری آیت جس میں کفار کی دوستی اور موالات سے روکا گیا ہے۔ یہ پیش کی جاتی ہے :۔ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ نِ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۔ اس کا ترجمہ مولوی محمود الحسن صاحب نے اپنے فتوی میں یوں کیا ہے ”ان منافقین کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔ جو مومنین کے سوا کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں کیا وہ ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں۔ حالانکہ تمام تر عزت خدا کے لئے ہے“ اس ترجمہ کے الفاظ پر غور کرو۔ یہاں کہاں لکھا ہے۔ کہ نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یا ان سے ترک موالات کردو۔ یہاں تو تمام کفار کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ انکو دوست نہ بناؤ۔ اور پھر کوئی شرط نہیں بتائی۔ کہ کس کو دوست بناؤ۔ اور کس کو نہ بناؤ۔ اسکے جواب میں یہی کہا جائیگا۔ کہ بیشک اس جگہ سب کفار سے قطع تعلق کا حکم ہے۔ اور کوئی شرط نہیں کہ فلاں کو دوست بناؤ۔ اور فلاں کو نہ بناؤ لیکن سورہ

ممتحنہ کی آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دوست بنانے اور نہ بنانے کے لئے شرائط ہیں۔ انکو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ مگر میں پوچھتا ہوں کہ کیا ان شرائط کو ہنود کے لئے ہی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ مسیحیوں کے لئے نظرانداز کیا جا سکتا ہے۔ جنکی نسبت اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔ اَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً (مائدہ۔ ع ۱۱) یعنی محبت میں وہ دوسری قوموں کی نسبت مسلمانوں سے سب سے زیادہ قریب ہیں۔ جب وہ شرائط جن کے پائے جانے کی وجہ سے ہنود قابل موالات سمجھے گئے ہیں مسیحیوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ تو انسے ترک موالات کرنا شرعی فتویٰ کے ماتحت

کیونکر درست اور جائز ہو سکتا ہے؟

پھر مَیں اس آیت کی نسبت بھی وہی کہتا ہوں۔ جو پہلی آیت کی نسبت کہہ چکا ہوں۔ کہ اس آیت کا مضمون بھی صاف بتا رہا ہے کہ جن لوگوں سے تولّی منع کی گئی ہے وہ حربی کافر ہیں کیونکہ اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی نہ کرو۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ قوم اس وقت برسر پیکار تھی۔ اور اس سے تعلق رکھنا خود اس حکومت اور اس جماعت کے خلاف تھا۔ جسکے وہ لوگ جنکو یہ حکم دیا گیا ہے افراد تھے۔ پھر اس آیت سے اگلی آیات کو بھی دیکھا جاوے۔ تو انسے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ حکم اس قوم کے متعلق ہے جو ہم سے دین کے متعلق جنگ کر رہی ہو۔ یا دین کی وجہ سے ہمیں اپنے گھروں سے نکالتی ہو۔ کیونکہ آگے چلکر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ۙ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ع (نساء ع ۲۰) یعنی "اور تحقیق تم پر کتاب میں یہ نازل ہو چکا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے انکار کیا جاتا ہے اور ان سے ہنسی کی جاتی ہے تو ایسا کرنیوالے لوگوں کے ساتھ مت بیٹھا کرو

Digitized by Khilafat Library

یہانتک کہ وہ اس کے سوا کسی اور بات میں مشغول ہو جاویں ورنہ تم بھی انہی میں شامل سمجھے جاؤ گے۔ ضرور اللہ تعالیٰ ان منافقوں اور کافروں کو جہنم میں جمع کریگا۔ جو تمہاری ہلاکت کے منتظر ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری فتح کا سامان ہوتا ہے۔ تو یہ کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے۔ اور اگر کفار کو کچھ حاصل ہوتا ہے تو یہ ان سے کہتے ہیں کہ کیا ہم تم پر غالب نہ تھے۔ اور کیا ہم نے تم کو بچایا نہیں مومنوں سے؟ پس اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان قیامت کو فیصلہ کریگا۔ اور اللہ تعالیٰ کبھی مسلمانوں پر کافروں کو غلبہ نہیں دیگا"

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ پہلی آیت جو لکھی گئی۔ اس میں ان منافقوں کو جو مدینہ میں رہتے تھے۔ اور اسلامی حکومت کے افراد تھے ان کافروں سے جو اسلام کے مٹانے کے لئے مسلمانوں سے برسر جنگ تھے۔ دوستی رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور انکی مدد کرنے اور انکو اکسانے سے باز رکھا گیا ہے۔ نہ کہ تمام دنیا جہاں کے کافروں سے۔ اور انگریز ہرگز اسلام کی وجہ سے مسلمانوں سے نہیں لڑ رہے۔ بلکہ جو لڑائی وہ کر چکے ہیں وہ بھی دنیاوی وجوہ پر تھی ؞

تیسری آیت جو ترک موالات کی تائید میں پیش کی جاتی ہے یہ ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَیْکُمْ سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا ۝ (نسآء ع ۲۱) اس کا ترجمہ ترک موالات کے فتویٰ میں یوں لکھا گیا ہے۔ "اے ایمان والو! مومنوں کے سوا کافروں کو اپنا یار و مددگار مت بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کا الزام صریح لو" اس آیت میں بھی پہلی آیت کی طرح یہ نہیں بتایا گیا کہ کن کفار سے ترک موالات کرو اور کن سے نہیں۔ اور اس کی تشریح دوسری آیات ہی سے کرنی پڑیگی اور جیسا کہ میں بتا چکا ہوں۔ کہ ان آیات کو مدنظر رکھتے ہوئے انگریزوں سے ترک موالات کا حکم کسی صورت میں نہیں نکلتا ؞

اب میں چوتھی آیت کو لیتا ہوں جو یہ ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْھِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ کَفَرُوْا

بِمَا جَآءَکُمْ مِّنَ الْحَقِّ (ممتحنہ ع ۱) یعنی اے ایمان والو! میرے دشمن اور اپنے
دشمن کو رفیق مت بناؤ۔ پیغام بھیجتے ہو تم انکی طرف دوستی کا حالانکہ وہ منکر ہوئے
ہیں اس سچائی سے جو تمہارے پاس بھیجی ہے" (ترجمہ منقول از فتویٰ)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اور مخاطبوں کے دشمنوں کو دوست و مددگار بنانے
سے منع فرمایا ہے۔ لیکن یہ کہ دشمن سے کیا مراد ہے؟ اس کی تشریح نہیں فرمائی۔ دشمنی عقائد
کے اختلاف کا نام بھی ہو سکتا ہے۔ اور اس سے مراد وہ کینہ بھی ہو سکتا ہے جس کے اثر
سے انسان اپنے مخالف کو بالکل تباہ و برباد کرنا چاہتا ہے۔ پس اس آیت میں "عدو"
کے جو معنی ہیں وہ معلوم کرنے ہمارے لئے ضروری ہیں اور اس کے لئے ہمیں دور
جانیکی ضرورت نہیں۔ اسی آیت کے اگلے حصہ میں اس دشمنی کی اللہ تعالیٰ نے خود
تفصیل فرما دی ہے جو نہ معلوم کس وجہ سے فتویٰ نویسوں نے ترک کر دیا ہے۔ پوری
آیت یوں ہے۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ
اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ کَفَرُوْا بِمَا جَآءَکُمْ مِّنَ الْحَقِّ
یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِیَّاکُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا
فِیْ سَبِیْلِیْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِیْ تُسِرُّوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَیْتُمْ
وَمَآ اَعْلَنْتُمْ وَمَنْ یَّفْعَلْهُ مِنْکُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ۝ اور اس سے اگلی
آیت یہ ہے۔ اِنْ یَّثْقَفُوْکُمْ یَکُوْنُوْا لَکُمْ اَعْدَآءً وَّیَبْسُطُوْٓا اِلَیْکُمْ اَیْدِیَهُمْ
وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَکْفُرُوْنَ ۝ اور ان دونو آیتوں کا ترجمہ یہ ہے
"اے مومنو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم ان کو محبت کے پیغام بھیجتے
ہو یا یہ کہ تم انکو خط لکھتے ہو۔ حالانکہ انہوں نے اس حق کا انکار کر دیا ہے جو تمہارے پاس
آیا ہے۔ وہ لوگ رسول کو اور تم کو اس لئے جلا وطن کرتے ہیں۔ کہ تم اللہ پر جو تمہارا رب ہے
ایمان کیوں لائے؟ اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے کے لئے اور میری رضا کے حاصل
کرنے کے لئے نکلتے ہو۔ تو انکی طرف پوشیدہ طور پر محبت کے پیغام بھیجتے ہو یا یہ کہ

پوشیدہ طور پر خط بھیجتے ہو (مودّۃ خط کو بھی کہتے ہیں) حالانکہ میں خوب جانتا ہوں اس کو جو تم چھپاتے ہو۔ یا جسے ظاہر کرتے ہو۔ اور جو کوئی شخص تم میں سے ایسا کرے۔ وہ ضرور سیدھے راستے سے بہک گیا۔ اگر وہ کہیں تم کو پکڑ پاویں تو ضرور تمہارے دشمن ہوں۔ اور اپنے ہاتھ بھی تمہاری طرف بڑھاویں اور اپنی زبانیں بھی دراز کریں اور **خواہش کرتے** ہیں۔ کہ تم کافر ہو جاؤ۔"

اگر فتویٰ شائع کرنے والے اس آیت کو سارے کا سارا نقل کر دیتے۔ بلکہ اگلی آیت بھی ساتھ درج کر دیتے۔ تو شاید اس کے متعلق مجھے کچھ لکھنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ کیونکہ اس آیت کا مضمون خود ہی شاہد ہے کہ انگریزوں سے ترک موالات کے ساتھ اس آیت کا تعلق ہی نہیں ہے۔ اس آیت میں تو صاف طور پر اس بات کا ذکر ہے کہ جو قوم تم سے جنگ کر رہی ہو۔ اور تم کو خدا تعالیٰ پر ایمان لانیکے سبب سے تمہارے گھروں سے نکالتی ہو اور اگر تم اسکے قابو پڑ جاؤ تو تم کو واپس کفر میں لانیکے لئے زبان اور ہاتھوں سے ایذا دینے میں بھی اُسے کوئی عار نہ ہو۔ تو ایسی قوم سے دوستی نہ کرو۔ اور دوستی کی تشریح بھی فرما دی کہ یہ نہ کرو کہ اسلامی لشکر کی خبریں ان کو خفیہ طور پر پہنچاؤ۔ اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ نہ یہ باتیں انگریزوں میں پائی جاتی ہیں اور نہ اس قسم کی دوستی انسے کوئی کرتا ہے۔ ہم تو خود انکے زیر حکومت بستے ہیں۔ انکے اور ہمارے تعلقات اس قسم کے ہو ہی نہیں سکتے جو اس آیت میں بیان کیئے گئے ہیں اور جب یہ بات ہے۔ تو اس آیت سے ترک موالات کا جواز بلکہ حکم نکالنا کس طرح درست ہو گیا ؟

یہ چار آیات ہیں۔ جنمیں کفار کی تولّی سے مسلمانوں کو روکا گیا ہے اور ان آیتوں میں واقعہ میں تولّی سے مراد دوستی اور مدد کا لینا اور مدد دینا ہے۔ لیکن جیسا کہ میں ثابت کر چکا ہوں ان چاروں آیتوں میں ان کفار سے تولّی یا ولایت منع کی گئی ہے۔ جو دین اسلام کے مٹانیکے لئے جنگ کر رہے ہوں اور مسلمانوں کو گھروں سے نکال رہے ہوں۔ لیکن انگریز نہ ان مسلمانوں کو دین اسلام سے پھرانے کیلئے جنگ کر رہے ہیں۔ اور نہ دین سے پھرانیکے لئے انکو گھروں سے

نکال لیتے ہیں۔ انکی حکومت میں مسلمان کھلے بندوں اسلام کی تائید میں وعظ اور تبلیغ کرتے ہیں اور خود مسیحیوں کو مسلمان بناتے ہیں مگر وہ کسی سے باز پرس نہیں کرتے۔

اب میں ان تین آیتوں کو لیتا ہوں۔ جن میں امداد کا ذکر نہیں صرف محبت کرنے کا ذکر ہے:

اوّل آیت تو بالکل صاف ہی ہے۔ کیونکہ اسمیں لفظ ہی محبت کا ہے۔ یعنی

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰٓىِٕكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ اُولٰٓىِٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

(مجادلہ ع ۳) نہیں پاؤ گے تم کسی قوم کو جو یقین رکھتی ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر کہ وہ دوستی کرے۔ اُن سے جنھوں نے مقابلہ کیا اللہ کا اور اس کے رسول کا۔ اگرچہ وہ انکے باپ یا بیٹے یا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ ایسے ہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا۔ اور اپنی روح سے انکی مدد فرمائی اور اُن کو داخل کر لیا باغ بہشت میں جسکے نیچے بہتی ہیں نہریں جسمیں وہ ہمیشہ رہینگے۔ اللہ انسے خوش اور وہ اللہ سے خوش۔ یہ جماعت ہے اللہ کی۔ یاد رکھو۔ کہ خدا کی جماعت ہی کامیاب ہوتی ہے (ترجمہ منقول از فتویٰ)

جیسا کہ اس آیت کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس میں لینے دینے کا بلکہ دوستی کا بھی کوئی ذکر نہیں بلکہ محبت کا ذکر ہے۔ اور حکم دیا گیا ہے۔ کہ جو شخص خدا اور اس کے رسولؐ کے دشمن ہوں انسے محبت نہ کیجاوے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ جو شخص بھی ایسا ہو۔ کہ اسے ہم سے صرف مذہبی اختلاف ہی نہیں بلکہ وہ خدا اور رسول کو بھی برا بھلا کہتا ہو۔ اس سے ہمیں ہرگز محبت نہیں کرنی چاہیئے۔ خواہ ایسا شخص انگریزوں میں سے ہو خواہ ہندوؤں میں سے ہو خواہ یہودیوں میں سے ہو خواہ خود مسلمانوں میں سے ہو متعصب اور برا بھلا کہنے والے انسان سے محبت کس طرح ہو سکتی ہے؟ جو شخص اخلاق سے عاری ہے اور دوسرے

مذاہب کے بزرگوں پر غضب کا اظہار کرتا ہے اور عداوت سے کام لیتا ہے۔ وہ ہرگز محبت کے قابل نہیں۔ مگر اس آیت سے کسی قوم یا مذہب کے لوگوں سے ترک موالات کا مسئلہ نکالنا کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتا۔ اور اس آیت کے الفاظ سے جیسا کہ ظاہر ہوتا ہے۔ اس آیت کے مضمون اور ترک موالات کے مضمون میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

دوسری آیت جس میں کفار سے محبت منع کی گئی ہے یہ ہے:۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ (المائدہ ع ۸) یعنی اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست و مددگار نہ بناؤ۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو کوئی انسے دوستی کریگا وہ انہی میں شامل سمجھا جاویگا"

اس آیت کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ اس میں کوئی شرط نہیں بیان فرمائی کہ فلاں قسم کے یہود و نصاریٰ سے دوستی نہ کرو اور فلاں سے کرو بلکہ بلا کسی شرط کے یہود و نصاریٰ کی دوستی سے منع کر دیا گیا ہے لیکن یہ استدلال درست نہ ہوگا۔ کیونکہ ترک موالات کے متعلق جو آیات پیش کیجاتی ہیں۔ ان میں سے تین میں کفار سے دوستی کرنے اور ان کے مددگار ہونیسے مطلقاً منع کیا گیا ہے۔ مگر باوجود اسکے ہندوؤں سے دوستی کو ترک موالات کے حامیوں نے جائز قرار دیا ہے۔ اور اسکی دلیل میں وہ سورہ ممتحنہ کی آیت پیش کرتے ہیں اور ان آیات کے عام الفاظ کو اس آیت کے مضمون سے خاص کرتے ہیں اسی طرح اس آیت کو بھی حل کرنا چاہیئے۔ اور اسی آیت کے ساتھ ملا کر اسکے معنی کرنے چاہئیں۔ اور وہ معنی یہی ہونگے کہ وہ یہود و نصاریٰ جو تم سے لڑائی کرتے ہوں۔ یا لڑائی کرنیوالوں کے شریک ہوں۔ ان سے دوستی نہ کرو۔

مگر میرے نزدیک اس آیت میں مددگار بننے اور مدد لینے کا ذکر ہی نہیں ہے بلکہ جیسا کہ اسی مضمون کی اگلی آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ اس میں صرف دوستی کرنیکا ذکر ہے وہ اگلی آیت جسے ترک موالات کے حامیوں نے بھی پیش کیا ہے۔ یہ ہے:۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ج وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ط (المائدۃ ع ۹) یعنی اے ایمان والو! تم ان اہل کتاب اور کافروں کو اپنا یار و مددگار مت بناؤ۔ جنہوں نے بنا لیا ہے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل۔ اور اللہ سے ڈرو۔ اگر تم مومن ہو“۔ (ترجمہ منقول از فتویٰ) +

ترک تولّی کیلئے شرط

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تولّی کے ترک کرنے کے لئے ایک شرط لگائی ہے۔ یعنی ان اہل کتاب اور نصاریٰ سے تولّی نہ کرو۔ جو تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بناتے ہیں لیکن یہود و نصاریٰ کے علاوہ باقی کافروں کو بھی اس حکم میں شامل کر دیا ہے۔ پس پہلی آیت کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ یہود و نصاریٰ سے خواہ کسی حالت میں ہوں تولّی ناجائز ہے بلکہ پچھلی آیت میں جو شرط لگائی ہے وہ لگانی ضروری ہوگی۔ ورنہ نعوذ باللہ من ذالک یہ کہنا پڑیگا کہ چھٹی آیت پہلی تو اللہ تعالیٰ یہ حکم دیتا ہے کہ یہود و نصاریٰ سے مطلقاً دوستی نہ کرو نہ ان سے امداد لو اور نہ انکو دو۔ اور چھٹی آیت کے بعد فرماتا ہے کہ جو ان میں سے دین کو ہنسی یا کھیل بنا دیں انسے ایسا تعلق پیدا نہ کرو غرض پہلی اور دوسری دونو آیتوں میں یہ شرط ساتھ لگانی پڑیگی کہ ان یہود و نصاریٰ سے دوستی نہ کی جاوے۔ جو اسلام کو ہنسی اور کھیل بناتے ہیں اور جب اذان دیجاتی ہے تو اس پر ہنستے ہیں اور اسے کھیل بنا لیتے ہیں جیسا کہ ساتھ ہی فرمایا ہے:۔ وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا۔ یعنی جب تم نماز کے لئے اذان دیتے ہو تو وہ ہنسی اور کھیل بنا لیتے ہیں۔ لیکن صرف یہود و نصاریٰ کی نسبت ہی یہ فتویٰ نہیں ہوگا۔ بلکہ باقی تمام لوگوں کی نسبت بھی ہوگا خواہ ہندو ہوں خواہ سکھ۔ کیونکہ دوسری آیت میں صاف طور پر یہود و نصاریٰ کے ساتھ ”کفّار“ کا لفظ بڑھا کر یہود و نصاریٰ کے سوا جسقدر کافر ہیں ان کو بھی اسی فتویٰ میں شامل کر دیا گیا ہے۔ پس جو حکم یہود اور نصاریٰ کی نسبت دیا جاویگا۔ وہی حکم ”والکفار“ کے لفظ کی وجہ سے دوسرے تمام مذاہب کے پیروؤں کی نسبت بھی لگانا پڑیگا +

جیسا کہ ان دونو آیتوں کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے ان میں تولّی سے مراد صرف دوستی ہے۔ مدد لینے یا دینے کا ذکر نہیں۔ کیونکہ دین سے ہنسی یا اذان سے ہنسی کوئی سیاسی

مسئلہ نہیں ہے کہ حکومتوں کا اس سے تعلق ہو۔ یہ بات افراد سے تعلق رکھتی ہے پس مراد یہی ہوگی کہ یہودیوں عیسائیوں یا دیگر مذاہب کے پیروؤں میں سے جو لوگ تمہارے دین پر ہنسی کریں تمسخر اڑائیں اور اذان سُن کر اس کو ایک کھیل قرار دیں۔ ایسے لوگوں سے گہرے تعلق نہ رکھو۔ ورنہ تم بھی انہی لوگوں میں شامل سمجھے جاؤ گے۔ اور یہ بات بالکل درست ہے کہ جو شخص ایسے لوگوں کی مجلس میں بیٹھتا ہے۔ جو اُس کے دین کا تمسخر اُڑاتے ہیں۔ اور اُس سے ہنسی کرتے ہیں۔ اور اسکو بُرا نہیں مناتا وہ یا تو دل سے اس دین سے بیزار ہو چکا ہوتا ہے یا اسکے دل کے اندر تغیر پیدا ہونا شروع ہو چکا ہوتا ہے۔ اور تھوڑے عرصہ کے بعد وہ انہی لوگوں میں شامل ہو جاتا ہے جب ایمان ہوتا ہے۔ تو غیرت ساتھ ضرور ہوتی ہے۔ ایمان غیرت کے بغیر نہیں ہو سکتا جب کوئی شخص یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ اس سے یا اسکے ماں باپ سے تمسخر کیا جاوے۔ اور انکو کھیل بنایا جاوے۔ تو وہ اس امر کو کب برداشت کر سکتا ہے۔ کہ دین کے متعلق تمسخر کرنیوالوں سے دوستی رکھے ؛

یہاں دوستی سے کیسی دوستی مراد ہے؟ اس کی تشریح ہمیں قرآن کریم کی دوسری آیات سے بھی معلوم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں آتا ہے:۔ وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (انعام ع ۸) یعنی اے قرآن کے پڑھنے والے جب تو دیکھے ان لوگوں کو جو ہماری آیتوں میں بیہودہ بکواس کرتے اور انکی تکذیب کرتے ہیں۔ تو اُنسے علیحدہ ہو جا۔ یہانتک کہ وہ اور باتوں میں مشغول ہوں۔ اور اگر شیطان تمہیں بھلا دے۔ تو یاد آنیکے بعد ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھ ؛

اسی طرح ایک اور آیت ہے جسکے متعلق میں پہلے تفصیلی بیان کر چکا ہوں آتا ہے:۔ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ (نساء ع ۲۰) یعنی خدا تعالیٰ نے تم پر کتاب میں یہ نازل کر چھوڑا ہوا ہے۔ کہ جب تم سنو کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی

آیات کا انکار کرتے۔ اور ان سے ہنسی کرتے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کے پاس نہ بیٹھو۔ یہانتک کہ وہ اور باتوں میں لگ جاویں"۔ ان دونو آیتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جہاں آیات اللہ سے ہنسی ہوتی ہو۔ وہاں نہیں بیٹھنا چاہیئے اور آیات جو اوپر بیان ہوئیں۔ ان میں بھی یہی ذکر ہے۔ کہ ان یہود و نصاریٰ اور دیگر کافروں سے دوستی نہ کرو۔ جو اللہ تعالیٰ کی آیات سے ہنسی کرتے ہیں۔ پس ان آیات کا یہی مطلب ہے۔ کہ ایسے لوگوں کے ساتھ زیادہ تعلّق نہ رکھو۔ اور انسے زیادہ مِلو جلو نہیں۔ اور کسی سیاسی مسئلہ کا یہاں ذکر نہیں۔ بلکہ اس دوستی کا ذکر ہے جو ایک شخص دوسرے سے کرتا ہے۔ اور اس تعلق کا بیان ہے۔ جو دو محبّت کرنیوالوں کے درمیان ہوتا ہے۔ پس ان آیات سے ترک موالات کا فتویٰ نکالنا کسی طرح درست ہو ہی نہیں سکتا۔ اور اگر کوئی فتویٰ نکلیگا۔ تو وہ اسی طرح جس طرح انگریزوں پر چسپاں ہوگا۔ ہندوؤں پر بھی چسپاں ہوگا۔ کیونکہ ان آیات میں تمام کفّار کا ذکر ہے نہ صرف یہود و نصاریٰ کا ؛

اذان وغیرہ پر تمسخر اور استہزاء انگریز کرتے ہیں یا ہندو سکھ وغیرہ

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ گو مسیحی اسلام پر کسقدر ہی اعتراض کیوں نہ کرتے ہوں۔ مگر وہ ہمارے دین کی اور اذان کی تضحیک نہیں کرتے۔ بلکہ ان لوگوں میں جن کے ساتھ موالات جائز رکھی جاتی ہے۔ یعنی ہندوؤں اور سکھوں میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں۔ جو تمسخر سے کام لیتے ہیں۔ اور اذان پر شور مچا دیتے ہیں بلکہ فساد پر آمادہ ہو جاتے ہیں ؛

مگر جیسا کہ میں ثابت کر چکا ہوں۔ اس آیت کے الفاظ اور دوسری آیات کی تشریح سے ان آیات کے یہی معنی معلوم ہوتے ہیں۔ کہ اسجگہ کسی قوم پر بحیثیت مجموعی فتویٰ نہیں دیا گیا۔ جس طرح پہلی آیات میں دیا گیا تھا۔ کہ جو قوم تم سے دین کی خاطر جنگ کرتی ہو۔ اسکے کسی شخص سے تعلق دوستی نہ رکھو۔ بلکہ اس میں افراد کے متعلق حکم ہے۔ کہ یہودیوں عیسائیوں یا دوسرے کافروں میں سے جو لوگ دین سے تمسخر کرنیوالے ہوں انسے (نہ کہ انکی ساری قوم سے) دوستانہ تعلّقات نہ رکھو ورنہ تم بھی انہی میں شامل سمجھے جاؤ گے۔ اس حکم کے ماتحت گو انگریزوں سے ہماری صلح ہو۔ مگر جو انگریز بھی ہماری دینی احکام پر ہنسے گا۔ اور دین پر بجائے سنجیدگی سے غور کرنیکے تمسخر

اُڑائیگا۔ ہم اس سے میل ملاپ نہ کرینگے۔ اور اسکی صحبت میں نہ بیٹھیں گے جبتک وہ سنجیدگی پیدا نہ کرے۔ اسی طرح ہنود سے گو ہماری صلح ہو۔ مگر انہیں سے اگر کوئی شخص ہمارے دین سے تمسخر کریگا تو ہم اسکے ساتھ بیٹھنا اُٹھنا بند کر دینگے۔ جبتک وہ اپنی اس عادت سے باز نہ آجاوے۔ اور اگر کوئی ایسے شخص سے دوستانہ تعلّقات رکھیگا۔ اور اسکی مجلس میں خوب شوق سے جاتا ہوگا تو ہم اسکی نسبت بھی یقین کرینگے کہ وہ اسلام سے بیزار ہے۔ اور اُس شخص کا ہم خیال ہے ؛

غرض پہلی چار آیات میں جو احکام بیان کیئے گئے ہیں وہ اقوام کے متعلق ہیں جن اقوام پر وہ احکام چسپاں ہوتے ہوں انکے کسی فرد سے بھی ہم تعلق نہیں رکھ سکتے جبتک وہ انکو چھوڑ کر ہم سے نہ ملے۔ اور پانچویں آیت میں مدد لینے یا دینے کے متعلّق کوئی ارشاد نہیں۔ صرف یہ حکم ہے کہ جو لوگ خدا تعالیٰ اور اسکے رسولؐ کے دشمن ہوں انسے قلبی محبت نہ رکھو۔ اور پچھلی دونوں آیتوں میں جو احکام بیان کیئے گئے ہیں وہ افراد کے متعلق ہیں جس شخص میں وہ عیب پایا جائیگا جو ان آیتوں میں بیان کیا گیا ہے اس سے ہم تعلّق توڑ دینگے۔ باقی قوم پر اسکا کوئی اثر نہ ہوگا ؛

اسلام نے تنگدلی نہیں سکھائی

اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اسلام نے تنگدلی نہیں سکھائی۔ اور ان آیات کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی شخص اسلام پر بغرض تحقیق بھی اعتراض کرے تو ہم اس سے تعلق قطع کر دیں۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ جو شخص تمسخر کرے۔ اور حق جوئی اسکے مدِّنظر نہ ہو۔ بلکہ تحقیر اور ہنسی اور مذاق اُڑانا مدِّنظر ہو اسکے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا موقوف کر دیں۔ کیونکہ یہ فعل بے غیرتی پر دلالت کرتا ہے۔ اور بے غیرتی نہایت رذیلے اخلاق میں سے ہے ؛

آیت پیشکردہ مائدہ رع ۸ اور سیّد رشید رضا کا ایک واقعہ

سیّد محمد رشید رضا صاحب ایڈیٹر المنار مصر جن سے ہندوستان کے اکثر لوگ واقف ہونگے کیونکہ وہ سنہ ۱۹۱۲ء میں ندوۃ العلماء کے جلسہ کے پریزیڈنٹ ہونے کے لئے ہندوستان آئے تھے۔ اور ہندوستان کے مشہور مقامات کا ایک دورہ بھی انہوں نے کیا تھا۔ انہوں نے آیت یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰی اَوْلِیَاءَ کے متعلق ایک واقعہ لکھا ہے۔ جس کا اس جگہ لکھدینا خالی از فائدہ نہ ہوگا وہ لکھتے ہیں کہ سنہ ۱۹۱۲ء میں میں قسطنطنیہ گیا تھا۔ وہاں کی یونیورسٹی میں میں دینی تعلیم کی حالت دیکھنے گیا۔ ایک مدرس اس آیت کی تفسیر بیان کر رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔ کہ اس آیت سے نکلتا ہے کہ یہود اور نصاریٰ سے بالکل تعلق نہیں رکھنا چاہیئے

اور انسے دوستی نہیں کرنی چاہیئے۔جب وہ مدرس ترکی میں تقریر کر چکا۔ایک طالب علم کھڑا ہوا۔اور اس نے کہا۔کہ پھر سلطنت عثمانیہ کیوں ان دونو قوموں کو پارلیمنٹ کا ممبر بناتی ہے۔اور وزارت تک کے عہدے دیتی ہے۔اس پر مدرس ایسا گھبرایا کہ اس کے ماتھے پر پسینہ آگیا۔کیونکہ اگر وہ کہتا۔کہ یہ حکومت کی غلطی ہے۔تو ڈر تھا۔کہ مارا جاتا۔اور بیضاوی کے لکھے ہوئے معنوں کے سوا اسکے دماغ میں اور کوئی معنی تھے ہی نہیں۔اسپر مَیں نے اسے کہا۔کہ کیا مجھے کچھ کہنے کی اجازت ہے۔اس نے اجازت دی۔اور مَیں نے اسے ولایت کے معنی بتائے۔اور بتایا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ان قوموں سے کیسے تعلق تھے۔پس ولایۃ سے مراد ان کفار کی مدد ہے۔جو برسرپیکار تھے۔ورنہ خود صحابہؓ نے اپنے زمانہ حکومت میں انکو بڑے بڑے عہدے دیئے ہیں۔اور عباسیوں نے تو وزیر تک بنائے ہیں۔اسپر سائل کی تسلی ہوگئی۔اور مدرس صاحب کا خوف دُور ہوگیا؛

گویا رشید رضا صاحب کی نظر ان معنوں تک نہیں پہنچی۔جو مَیں نے لکھے ہیں۔مگر بہرحال یہ واقعہ جو انہوں نے بیان کیا ہے۔ترکِ موالات کے حامیوں کے لئے ایک سبق ہے؛

آٹھویں آیت جو ترکِ موالات کے حامیوں نے پیش کی ہے۔یہ ہے۔ترٰی کثیرًا منھم یتولون الذین کفروا لبئس ما قدمت لھم انفسھم ان سخط اللہ علیھم وفی العذاب ھم خٰلدون ولو کانوا یؤمنون باللہ والنبی وما انزل الیہ ما اتخذوھم اولیاء ولٰکن کثیرا منھم فاسقون (مائدہ ع ۱۱) انہیں سے بہت تم ایسے دیکھو گے جو رفیق بنتے ہیں کافروں کے۔بےشک بُرا ہے وہ جو آگے بھیجا ہے انہوں نے خود اپنے لئے کہ اللہ کا غضب ہے اُن پر اور وہ ہمیشہ عذاب میں ہیں۔اور اگر یقین رکھتے وہ اللہ پر اور نبی پر اور جو نبی کی طرف اُتارا گیا۔تو کافروں کو رفیق نہ بناتے۔لیکن ان میں بہت سے نافرمان ہیں؛

معلوم ہوتا ہے۔کہ راقمان فتویٰ نے اس آیت کو قرآن کریم میں نکالکر نہیں پڑھا۔بلکہ کلید میں سے ہی دیکھکر اس کو درج کر دیا ہے۔یا کسی ناواقف حافظ سے تولّی کی آیات دریافت کر کے لکھدی ہیں۔کیونکہ یہ آیت یہود کی نسبت ہے مسلمانوں کی نسبت نہیں۔اللہ تعالیٰ یہود کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔کہ یہود کفار سے دوستی کرتے ہیں۔اگر وہ مسلمان ہوتے۔تو ایسا نہ کرتے۔اس

آیت سے پہلی آیات میں یہود کا ہی ذکر ہے چنانچہ اس آیت سے پہلی دو آیتیں یہ ہیں:۔

(۱) لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد و عیسی ابن مریم ذلک بما عصوا و کانوا یعتدون ○ (۲) کانوا لا یتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون (مائدہ ع ۱۱)

یعنی بنی اسرائیل میں سے کافر لعنت کیئے گئے ہیں۔ داؤد کی زبان سے بھی اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے بھی۔ یہ انکی نافرمانی اور انکے حد سے نکل جانیکا نتیجہ تھا۔ یہ لوگ ان بدیوں سے جن کے مرتکب تھے باز نہیں آتے تھے ضرور بہت برا تھا جو وہ کرتے تھے" اس سے آگے پھر وہ آیت ہے جسے مُفتیوں نے لکھا ہے۔ پس اس آیت کے مخاطب تو یہود ہیں نہ کہ مسلمان ؞

ایک سوال اور اسکا جواب شاید اس موقعہ پر یہ کہا جاوے۔ کہ اسمیں چونکہ یہ ارشاد ہے کہ اگر یہود خدا اور رسولؐ پر ایمان لاتے۔ تو ایسا نہ کرتے۔ اسلئے اس سے استدلال ہو سکتا ہے۔ کہ مسلمان کیلئے کُفّار سے تولی جائز نہیں ؞

سو اسکا جواب یہ ہے۔ کہ جیسا کہ مَیں ابھی ثابت کرونگا۔ یہود پر اس آیت میں محض کُفّار کی دوستی کا الزام نہیں لگایا گیا۔ بلکہ اصل اعتراض اور کیا گیا ہے پس باوجود اس فقرہ کے کہ اگر یہود مسلمان ہوتے۔ تو ایسا نہ کرتے۔ اس سے ترکِ موالات کی تائید میں استدلال کرنا درست نہیں ؞

اس آیت کا خلاصہ مضمون یہ ہے۔ کہ یہود میں سے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو مشرکوں سے دوستی کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر یہ مسلمان ہوتے تو ایسا نہ کرتے اس خلاصہ پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے بھی انسان سمجھ سکتا ہے۔ کہ اسجگہ پر اللہ تعالیٰ کا یہ منشاء نہیں ہے۔ کہ یہود مشرکوں سے کیوں دوستی کرتے ہیں اگر یہ مسلمان ہوتے تو مشرکوں سے دوستی نہ کرتے۔ کیونکہ نہ تو یہود کا مشرکوں سے دوستی کرنا کوئی عجیب بات تھی۔ اور نہ یہ قابل بیان بات تھی۔ کہ اگر یہ مسلمان ہوتے تو ایسا نہ کرتے۔ یہود کا مشرکوں سے دوستی کرنا۔ اسلئے قابل تعجب نہیں کہ انکی مشرکوں سے جنگ نہ تھی۔ پس یہ آیت جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے یہود کی نسبت ہے اور اسکا یہ مطلب ہے۔ کہ یہود مسلمانوں کے مقابلہ میں کُفّار سے صلح کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات اچھی نہ تھی۔ اگر وہ مسلمان ہوتے تو ایسا نہ کرتے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ کیا اس آیت میں اس امر پر زور دیا گیا ہے۔ کہ اگر یہود مسلمان ہوتے تو کفار سے کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ انسے

دوستانہ تعلق نہ رکھتے۔ اور یہ بات کہ اگر وہ مسلمان ہو جاتے تو مشرکوں سے دوستی نہ کرتے۔ اسلئے قابل بیان نہیں کہ مسلمانوں کی کفار سے چونکہ جنگ تھی۔ جو انکے شامل ہوتا وہ ضرور مشرکوں سے قطع تعلق کر ہی لیتا۔ پس اگر یہ معنی کیئے جاویں۔ جو اوپر بیان ہوئے ہیں۔ تو نہ پہلا جزو آیت کا قابل تعجب معلوم ہوتا ہے۔ اور نہ دوسرا قابل بیان۔ اور ایسے معنوں کو قرآن کریم کی طرف منسوب کرنا جو حکمت سے خالی ہوں سخت ظلم ہے۔ قرآن کریم تو وہ کتاب ہے کہ اسکا ایک ایک لفظ نہیں۔ بلکہ ایک ایک حرف۔ بلکہ ایک ایک حرکت معنی خیز ہے۔ اور اسکا کوئی فقرہ بھی حکمت سے خالی نہیں۔ اور سارے کا سارا مفید معلومات اور زبردست صداقتوں سے پُر ہے تم ایک معمولی عقل کے آدمی کی نسبت بھی یہ امید نہ کرو گے۔ کہ وہ ان خصوصیات کی نسبت جو اسکی جماعت کے ساتھ تعلق رکھتی ہوں یہ کہے کہ فلاں جماعت ایسا کیوں نہیں کرتی۔ اگر وہ ہمارے ساتھ ہوتی۔ تو وہ بھی ایسا ہی کرتی۔ کوئی سمجھدار مسلمان یہ فقرہ نہ کہیگا۔ کہ افسوس ہے مسیحی نماز نہیں پڑھتے۔ اگر وہ مسلمان ہوتے۔ تو وہ بھی نماز پڑھا کرتے۔ یا یوں نہ کہیگا۔ کہ افسوس ہے۔ کہ ہندو لوگ حج نہیں کرتے۔ اگر وہ مسلمان ہوتے تو وہ بھی حج کرتے یا یہ کہ افسوس ہے کہ سکھ لوگ رمضان کے روزے نہیں رکھتے اگر وہ بھی مسلمان ہوتے تو روزے رکھتے۔ نماز اور زکوٰۃ اور حج تو اسلام کے خاص احکام ہیں۔ اسمیں کیا شک ہے۔ کہ جو مسلمان نہیں وہ یہ کام نہ کریگا۔ کیونکہ یہ احکام ان باتوں میں سے نہیں۔ جو فطرت کے تقاضوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اسمیں بھی کوئی شک نہیں۔ کہ جو سچے دل سے مسلمان ہو جاویگا۔ وہ یہ کام کرنے لگ جاویگا۔ اگر کوئی عقلی بات ہوتی یا فطرتی تقاضا ہوتا۔ تب اس قسم کا کلام کہا جا سکتا تھا۔ کیونکہ عقلی باتیں یا فطرتی تقاضے کسی مذہب سے تعلق نہیں رکھتے۔ ہر عقلمند انسان سے امید کیجاتی ہے۔ کہ وہ انکے مطابق عمل کریگا۔ اور جو قوم فطرت کی آواز کا جواب دینے کی عادت رکھتی ہے۔ اسکی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ اگر فلاں شخص اس قوم میں ہوتا۔ تو فطرتی تقاضوں یا عقل کی باتوں کے پورا کرنے میں کوتاہی نہ کرتا۔ مثلاً گو یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ افسوس ہے۔ ہندو لوگ نماز نہیں پڑھتے۔ اگر یہ مسلمان ہوتے تو نماز پڑھا کرتے۔ مگر یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ فلاں نیچ قوم کے لوگ تعلیم سے غافل ہیں۔ اگر وہ لوگ مثلاً مسیحی یا ہندو یا مسلمان ہوتے تو ایسا نہ کرتے۔ جب تک اس آیت کے الفاظ کسی

عقلی قانون کی طرف اشارہ نہ کریں۔ اسکے کوئی معنی بنتے ہی نہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے حکیمانہ کلام پر حرف آتا ہے۔ پس حق یہی ہے۔ کہ یہ آیت ایک عقلی قانون کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ یہود اہل کتاب ہیں۔ اور مسلمان بھی اہل کتاب ہیں۔ مسلمان انکے تمام نبیوں کو مانتے ہیں۔ انکی شریعت اور انکی تعلیم کے ایک بڑے حصّہ کو مانتے اور اسپر عمل کرتے ہیں۔ اور سب سے زیادہ یہ کہ انکی طرح ایک خدا کے ماننے والے ہیں۔ پس عقل یہ چاہتی تھی کہ جو جتنا قریب تھا اس سے اسکے قرب کے مطابق سلوک کیا جاتا اور یہ بات بالکل خلاف عقل تھی۔ کہ جو لوگ زیادہ قریب ہوتے انسے دُور رہا جاتا۔ اور جو دُور ہوتے انکی تائید کیجاتی۔ مگر یہود ایسا ہی کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن کریم یہود کی نسبت فرماتا ہے:۔ الم تر الی الذین اوتوا نصیبا من الکتٰب یؤمنون بالجبت والطاغوت ویقولون للذین کفروا ھؤلاء اھدٰی من الذین اٰمنوا سبیلاً (نساء۔ ع ۸) یعنی کیا تُو نے دیکھا ان لوگوں کو جو کتاب میں سے حصّہ دیئے گئے ہیں کہ یہ بدفالیوں اور شریروں اور شیطان کی باتوں کو مانتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ کُفّار مسلمانوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں"۔ اسی کے متعلق اللہ فرماتا ہے کہ اگر یہ لوگ مسلمان ہوتے تو کبھی یہ بے اصولا پن نہ کرتے بلکہ ہر ایک قوم کو اسکی حقیقی منزلت پر رکھتے۔ چنانچہ قرآن کریم نے نہ صرف یہ کہ سلوک میں یہود و نصاریٰ کو کُفّار پر فضیلت دی ہے کہ انکی لڑکیاں لینی جائز رکھی ہیں۔ اور مشرکوں کی نہیں۔ ان کے کھانے جائز رکھے ہیں اور مشرکوں کے نہیں۔ بلکہ خود یہود و نصاریٰ کو سمجھایا ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کی خوبیوں کا انکار نہ کیا کرو۔ چنانچہ فرمایا کہ:۔ وقالت الیھود لیست النصارٰی علٰی شیء وقالت النصارٰی لیست الیھود علٰی شیء وھم یتلون الکتٰب کذٰلک قال الذین لا یعلمون مثل قولھم (بقرہ۔ ع ۱۴) یعنی یہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ میں کوئی خوبی نہیں۔ اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود میں کوئی خوبی نہیں۔ حالانکہ دونو بائیبل پڑھتے ہیں (جس میں کئی خوبیاں ہیں) اسی طرح وہ لوگ جو جاہل تھے کہا کرتے تھے۔ یعنی ایک دوسرے کی خوبیوں کو بالکل نظر انداز کر دینا اور لڑائی جھگڑے کے وقت نیکی اور بدی کا موازنہ نہ کرنا تو جہلاء کا کام ہے۔

غرض اس آیت میں اس بات پر زور نہیں دیا گیا کہ اگر یہود مسلمان ہوتے تو کفار سے دوستی

نہ کرتے۔ کیونکہ یہ تو ایسی بات تھی۔ جس کے کہنے میں کوئی فائدہ نہ تھا۔ اس میں کیا شبہ ہے۔ کہ یہود کی چونکہ کفار سے بنا گشت تھی۔ وہ ان سے تعلّق رکھتے تھے۔ اگر وہ مسلمان ہو جاتے تو چونکہ مسلمانوں سے کفار کی جنگ تھی وہ ان سے دوستی ترک کر دیتے۔ پس آیت کا یہی مطلب ہے کہ یہود مذہبی معاملہ میں بھی مشرکوں کی تائید کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے مذہب کی حقارت کرتے ہیں۔ اور ان کو مسلمانوں سے اچھا قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ ان سے ان کو مذہب میں کوئی اشتراک نہیں لیکن مسلمانوں سے سینکڑوں اشتراک کی وجوہ موجود ہیں۔ اگر یہ مسلمان ہوتے تو ایسا نہ کرتے۔ یعنی اسلام نے جو اخلاق اور تہذیب سکھائی ہے۔ وہ اس بات سے مانع ہے کہ کوئی شخص عداوت میں حق کو بھی ترک کر دے۔ اور گویا اس طرح یہودی مذہب پر اسلام کی فضیلت ثابت کی ہے (افسوس کہ آج باوجود قرآن کریم کے احکام صریح کے مسلمان بھی اسی غلطی میں مبتلا ہیں۔ بارہا متعصّب لوگ کہدیا کرتے ہیں کہ ان احمدیوں سے تو ہندو اور عیسائی اچھے ہیں۔ بعض لوگ اپنے رشتہ داروں سے کہتے ہیں کہ تم عیسائی ہو جاؤ تو پروا نہیں مگر احمدی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی آنکھیں کھولے) پس اس آیت سے ترکِ موالات کا حکم نکالنا صریح بے انصافی ہے اور قرآن کریم کی آیات کا غلط استعمال ہے ؛

اگر اس آیت کے وہ معنی نہ بھی کیئے جائیں۔ جو میں نے کیئے ہیں۔ اور یہی مُراد لیجائے کہ اس آیت میں عام دوستی مُراد ہے۔ تو بھی یہ آیت ترک موالات کی تائید میں نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس آیت میں تو یہود پر افسوس کیا گیا ہے کہ وہ مشرکوں سے دوستی کرتے ہیں۔ پس جب قرآن کریم یہود پر اسلئے افسوس کرتا ہے کہ وہ کیوں مسلمانوں کے مقابلہ میں جو کتاب کے ماننے والے ہیں مشرکوں سے دوستی رکھتے ہیں۔ تو کیا یہ عجیب بات نہیں کہ اس آیت سے یہ استدلال کیا جائے کہ انگریزوں سے جو مسیحی ہیں اور قرآن کریم کے ارشاد "اقربھم مودۃ" کے مصداق ہیں۔ یعنی سب کفار سے زیادہ مسلمانوں سے محبت رکھنے والے ہیں۔ ترکِ موالات کیا جائے۔ اور دوسری اقوام سے جو اہل کتاب

Digitized by Khilafat Library

نہیں ہیں۔ دوستی کیجائے۔ کیا اس سے بھی زیادہ اُلٹا فتویٰ کوئی ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم تو کہے کہ اہل کتاب کے مقابلہ میں مشرکوں سے کیوں دوستی کرتے ہو اور فتویٰ یہ دیا جائے کہ اہل کتاب سے تو ترکِ موالات کرو۔ اور غیر اہل کتاب سے دوستی۔ یہ تو ایسا فتویٰ ہے جسے اس آیت کے الفاظ نہ صرف رد کرتے ہیں۔ بلکہ اس کے مخالف تعلیم دیتے ہیں +

اصل بات یہی ہے کہ اس آیت میں ظاہری دوستی پر زور نہیں دیا گیا۔ بلکہ یہود جو مسلمانوں کے مقابلہ میں مشرکوں سے مذہبی جنبہ داری کرتے تھے۔ اس پر انکو ڈانٹا ہے۔ کہ وہ ایسے خلافِ عقل طریق کو کس طرح اختیار کرتے ہیں۔ اور بتایا ہے کہ یہ حرکت اسی امر کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے سچے دین کا انکار کرکے اپنی فطرت کو مسخ کر لیا ہے +

مفتیوں کی پیش کردہ آیات کے علاوہ بعض دیگر ایسی آیات

اب میں ان آٹھوں آیتوں کی صحیح تفسیر بیان کرنے کے بعد جو ترکِ موالات کے حامی پیش کرتے ہیں بعض اور آیات بھی لکھ دیتا ہوں۔ جن کو اسی مسئلہ کی تائید میں پیش کیا جا سکتا ہے تاکہ اس مسئلہ پر نظر ڈالتے ہوئے وہ بھی نظر کے نیچے رہیں +

ایک آیت تو یہ ہے کہ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَۃً مِّنْ دُوْنِکُمْ لَا یَاْلُوْنَکُمْ خَبَالًا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ۔ (آل عمران ع ۱۲) یعنی اے مومنو! مسلمانوں کے سوا کسی کو اپنا رازدان دوست نہ بناؤ۔ یہ لوگ تم کو نقصان پہنچانے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے۔ اور چاہتے ہیں کہ تم دُکھ میں پڑ جاؤ" اس آیت کا مضمون بھی پہلی آیت سے ملتا ہے اور یہی مطلب ہے کہ جن قوموں سے جنگ ہے۔ انکے افراد سے گہری دوستیاں نہ کرو۔ کیونکہ یہ بات نقصان رساں ہوتی ہے اور اگر یہ شرط نہ لگائی جائے تو سورہ ممتحنہ کی آیت لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَیْھِمْ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ (ممتحنہ ع ۲) جسکو خود مفتیان ترکِ موالات نے پیش کیا ہے۔ بے مطلب رہ جاتی ہے +

دوسری آیت سورہ توبہ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا اٰبَاءَکُمْ وَاِخْوَانَکُمْ اَوْلِیَاءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْکُفْرَ عَلَی الْاِیْمَانِ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاُولٰٓئِکَ

ھم الظالمون (توبہ-ع ۳) یعنی اے مومنو! اگر تمہارے باپ اور بھائی کفر کو ایمان سے زیادہ پسند کرتے ہیں تو ان سے دوستی نہ کرو۔" اس آیت کے آگے اور پیچھے جہاد ہی کا ذکر ہے۔ پس اس جگہ بھی دوستی سے مُراد ان لوگوں سے تعلّق ہے۔ جو اسوقت مسلمانوں سے دین کی وجہ سے لڑ رہے تھے۔ اور اگر اسکو عام کیا گیا تو پھر ہندوؤں سکھوں وغیرہ قوموں سے بھی اس آیت کے ماتحت تعلّق منع ہو جاویگا۔ اور اگر ان سے موالات کرنا سورہ ممتحنہ والی آیت کے ماتحت جائز قرار دیا گیا تو انگریزوں سے موالات کی اجازت بھی اسی آیت سے نکل آویگی ؞

اِسی طرح ایک یہ آیت بھی سند کے طور پر پیش کی جا سکتی ہے کہ ولا تعاونوا علے الاثم والعدوان (مائدہ-ع ۱) یعنی بدی اور زیادتی کے معاملہ میں کسی کی مدد نہ کرو" اور یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ چونکہ انگریز اسوقت ایک گناہ کا کام کر رہے ہیں۔ اسلئے ہمیں انکی مدد نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اس سے انکو طاقت ملیگی۔ اور یہ گناہ اور زیادتی پر اور بھی دلیر ہو جاوینگے ؞

یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن کریم نے دوسری کتب مقدسہ سے ایک زائد تعلیم دی ہے۔ جو اور کسی کتاب میں موجود نہیں (میرا مطلب یہ ہے کہ اس امر کے متعلق۔ ورنہ ہزاروں تعلیمیں پرانی کتب سے زائد ہیں بلکہ نئی فلسفی کتب سے بھی۔ چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک۔ کہاں دیگر کتب کہاں قرآن کریم) اور وہ یہ ہے۔ کہ اس نے بد اور بدی میں فرق کیا ہے۔ اس نے بہت سے موقعوں پر بد کو قابل رحم قرار دیا ہے۔ لیکن بدی کو ہمدردی کی نظر سے دیکھنے کی کبھی اجازت نہیں دی۔ وہ بد کے متعلق حکم دیتا ہے۔ کہ اس سے عفو سے کام لو۔ لیکن بدی کی نسبت نہیں فرماتا کہ اس سے بھی چشم پوشی سے کام لو۔ چنانچہ اسی آیت کے پہلے حصہ میں اُس نے حکم دیا ہے کہ ولا یجرمنکم شنآن قوم ان صدوکم عن المسجد الحرام ان تعتدوا وتعاونوا علے البر والتقوٰی (مائدہ-ع ۱) یعنی کسی قوم کی دشمنی یعنی اس کا تم کو مسجد حرام سے روکنا تم کو اس بات پر آمادہ نہ کر دے۔ کہ تم اس پر زیادتی کرو۔ یہ کرو بلکہ اس کے برخلاف نیکی اور تقوٰی کے کاموں میں لوگوں کی مدد کرو

اور آگے فرمایا۔ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ " اور نہ مدد کرو آپس میں ایک دوسرے کی گناہ اور زیادتی میں " پس اس آیت میں جہاں ایک طرف ظالم کے لئے موقع مناسب کے مطابق رحم کی سفارش کی ہے۔ وہاں دوسری طرف بدی کے مٹانے کی بھی تعلیم دی ہے۔ یہ حکم نہیں دیا گیا کہ گنہگار اور زیادتی کرنیوالے کے ساتھ ملکر کوئی کام نہ کرو۔ بلکہ یہ ارشاد کیا گیا ہے کہ گناہ اور زیادتی میں کسی کی مدد نہ کرو۔ پس گو انگریزوں سے کوئی غلطی سرزد ہو۔ اور انسانوں سے غلطیاں ہوتی ہی رہتی ہیں۔ ہمارا یہ حق نہیں کہ ہم ان کاموں میں انکے ساتھ کام کرنا چھوڑ دیں جو اپنی ذات میں گناہ نہیں ہیں۔ اور یہ کام جن کو اب چھڑوایا جاتا ہے۔ ان کو کبھی مذہباً ایسا بُرا نہیں کہا گیا کہ انکا کرنا حرام ہے۔ پس دوسرے سوالوں کی وجہ سے ان کاموں میں موالات نہیں چھوڑی جاسکتی ہاں اگر اللہ تعالیٰ یہ فرماتا کہ آثم اور عادی کے ساتھ ملکر کوئی کام بھی نہ کرو خواہ وہ دین یا دنیا میں فائدہ مند ہی کیوں نہ ہو۔ تب بے شک یہ فتویٰ قابل غور ہوسکتا ہے ؛

مولوی محمود الحسن صاحب کے فتویٰ میں ایک حدیث کا بھی حوالہ دیا گیا ہے جس میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے صحابہؓ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ اگر ہم لوگ کفار سے قطع تعلق کرلینگے۔ تو پھر ہمارے رشتہ دار چھٹ جائینگے۔ اور ہماری تجارتیں تباہ ہو جائینگی۔ اسپر یہ آیت نازل ہوئی کہ قل ان کان اٰباءکم وابناءکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال ن اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومساکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتّٰی یأتی اللہ بامرہٖ واللہ لا یھدی القوم الفاسقین۔ کہدو تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور مال جو تم نے کمایا ہے اور تجارت کی کساد بازاری جس سے تم ڈرتے ہو۔ اور مکانات جو تم کو پسند ہیں۔ اگر یہ سب تم کو خدا اور خدا کے رسولؐ اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو منتظر رہو تاکہ آئے اللہ اپنے حکم کو۔ اور اللہ دستگیری نہیں کرتا اس قوم کی جو نافرمان ہو "

اس حدیث کے بیان کرنے میں مولوی صاحب موصوف کو اس بات کا بتانا مدنظر ہے کہ ترکِ موالات رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی ہوا ہے۔ اور یہ کہ جو لوگ نقصان کے خوف سے اس ڈر میں وہ خدا کے نافرمان ہیں۔ یہ سوال رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی اُٹھ چکا ہے کہ ترکِ موالات سے بہت نقصان ہوگا۔ اور اسکو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ خود اللہ تعالیٰ حل کر چکا ہے کہ خواہ کسقدر نقصان بھی ہو۔ اسپر عمل کرنا چاہیئے ؛

اس حدیث کا مطلب سمجھنے کے لئے میرے نزدیک یہ ضروری ہے۔ کہ اس آیت کا زمانہ نزول دیکھا جائے۔ کیونکہ اگر یہ آیت اسوقت نازل ہوئی ہے۔ جب آپ ہجرت فرما چکے تھے۔ اور جب کفارِ مکّہ سے جنگ چھڑ چکی تھی تو تب تو اس حدیث سے کوئی زائد امر پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کا کوئی بھی منکر نہیں کہ جن کفار سے مسلمان برسر جنگ ہوں۔ انکے ساتھ محبت اور تمام کے تعلق رکھنا اور انکے زیر اقتدار ملک میں رہنا یہ سب منع ہے۔ اور یہی مطلب ان آیات کا ہے جو پہلے گذر چکی ہیں :

لیکن اگر یہ ثابت ہو جائے۔ کہ یہ آیت ہجرت سے پہلے اُتری ہے۔ تو پھر ہمیں دیکھنا پڑیگا کہ اس حدیث کا جو اس آیت کا شان نزول بتاتی ہے۔ کیا مطلب ہے۔ جب ہم تفاسیر کو اس غرض کے لئے دیکھتے ہیں تو سب کی سب متفق نظر آتی ہے کہ سورۂ توبہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اور بعض تو اسے فتح مکّہ کے بعد کی بتاتے ہیں مگر اس بات پر اکثر متفق ہیں کہ یہ سورۃ ساری کی ساری مدنی ہے۔ اسکا کوئی حصّہ مکّی نہیں۔ بعض لوگ اسقدر اختلاف کرتے ہیں کہ آخر کی دو آیتیں مدنی نہیں ہیں۔ ان کی نسبت اسجگہ سوال نہیں۔ جس حصّہ کی نسبت سوال ہے وہ تمام مفسرین کی رائے کے مطابق مدنی ہے۔ اور مدینہ میں آنیکے بعد چونکہ کفّار مکّہ کے ساتھ جنگ شروع ہوگئی تھی۔ اسلیئے انسے تعلقات قطع کرنیکا حکم تھا ہی۔ جیسا کہ پہلی آیات کی تشریح کرتے وقت بیان کیا جا چکا ہے ؛

اس آیت کی تفسیر میں جہاں وہ روایت کیگئی ہے جو مولوی محمود الحسن صاحب نے تحریر فرمائی ہے۔ وہاں اسکے ساتھ ایک اور فقرہ بھی ہے جو انکے فتویٰ میں درج ہونے سے رہ گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ ثُمَّ رُخِّصَ لھم بعد ذٰلک۔ یعنی پہلے تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا کہ کفار سے کلّی طور پر قطع تعلق کرو۔ لیکن بعد

میں اجازت دیدی گئی تھی ۔"

یہ فقرہ دو صورتوں سے خالی نہیں یا تو اسکے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ جب کفار سے جنگ ختم ہو گئی تو چونکہ وہ حالات بدل گئے تھے جن کی وجہ سے قطع تعلق کا حکم تھا ۔ اس لئے بعد میں تعلقات رکھنے کی اجازت دیدی گئی ۔ اور یا یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ علاوہ دوستانہ تعلق سے منع کرنیکے جو کہ جنگ کے دنوں میں کسی طرح قائم نہیں رکھے جا سکتے ۔ آپ نے بعض اور تمدنی تعلقات سے بھی صحابہؓ کو روک دیا ہو مگر بعد میں اس حکم کو منسوخ کر دیا ہو ۔ ان دونو معنوں میں سے کوئی معنی بھی کیئے جاویں موجودہ زمانہ میں ترکِ موالات کا حکم ثابت نہیں ہوتا ۔ کیونکہ اگر یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے تو اسکا اثر اس زمانہ میں کچھ ہے ہی نہیں ۔ اور اگر یہ دوران جنگ کے زمانہ کے لئے حکم تھا ۔ بعد میں حالات کے تغیر کی وجہ سے اسپر عمل کرنا چھوڑا گیا تو اسوقت انگریز ہم سے برسر جنگ نہیں ہیں ۔ پس ثمّ رخّص لھم کا فقرہ جسے فتویٰ نویس صاحبان نے درج نہیں کیا ۔ اس حدیث کے معنوں کو بالکل حل کر دیتا ہے ۔ اور اسوقت انگریزوں سے ترکِ موالات کرنیکے متعلق اس سے کوئی حکم نہیں نکلتا ۔

خلاصہ کلام یہ ہے ۔ جسقدر بھی دلائل اسوقت تک ترکِ موالات کی تائید میں دیئے جاتے ہیں اُنسے موجودہ زمانہ میں ترکِ موالات کا فرض ہونا تو کیا اس کا واجب یا سنت ہونا بھی ثابت نہیں ہوتا ۔ اور یہ کہنا کہ اسوقت شریعت اسلامیہ کے احکام کے مطابق ہم ترکِ موالات کا فتویٰ دیتے ہیں ۔ ایک ظلم عظیم ہے ۔ اور اسلام سے ہنسی کرنا ہے ۔ ترکِ موالات کے حامی عقل کی رو سے ۔ مصلحت زمانہ کی رو سے ضروریات موجودہ کے رو سے ۔ جس قدر چاہیں ۔ ترکِ موالات پر زور دیں ۔ مگر شریعت سے اس کا فرض ہونا ثابت کرنا ایک ایسا اندھیر ہے ۔ جو نصف النّہار کے سورج کا انکار کرنے سے بھی زیادہ ہے ۔ اور اسلام کا ادب اور شریعت کا احترام رکھنے والا انسان کبھی اس کی جرأت نہیں کر سکتا ۔

مغرب کی اقتصادی نجات

(ترجمہ مضمون چودھری ابوالہاشم خانصاحب ایم۔ اے اسسٹنٹ انسپکٹر آف سکولز۔ بنگال)

باوجود جنگ عظیم ختم ہوجانے کے یورپ کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ جہاں دیکھو غرباء اور امراء کے درمیان خطرناک کشمکش ہو رہی ہے۔ بولشویک روس پر قابض ہیں۔ پرتگال میں انقلاب ہو رہا ہے۔ اٹلی کی حالت نازک ہے۔ حزب العمال کی دھمکیاں انگلستان میں سخت بے چینی پیدا کر رہی ہیں۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ بھی امن میں ہیں۔ آخر یہ بے چینی اور اضطراب کیوں ہے۔ اس کا جواب اگر کچھ دے سکتی ہیں تو مغربی ممالک کی آمد کی رقوم دے سکتی ہیں۔ انگلستان اور امریکہ کی آمد ملاحظہ ہو:

انگلستان کے داخلی مالی صیغے کی کمیٹی نے جو اعداد و شمار پیش کئے ہیں۔ ان سے پتہ لگتا ہے کہ ملک کی چار کروڑ اکسٹھ لاکھ آبادی میں سے صرف تیرپن لاکھ چھیالیس ہزار آدمی ایسے ہیں۔ جو انکم ٹیکس ادا کر سکتے ہیں یعنی جن کی آمدنی چار پونڈ سے زیادہ ہے۔ اور ان میں سے بھی صرف انسٹھ ہزار ایک سو ایسے ہیں جو پچیس سو پونڈ سے زیادہ آمدنی رکھتے ہیں۔ ۱۴۸ آدمیوں کی آمدنی ایک لاکھ پونڈ سے زیادہ ہے۔ انکی مجموعہ آمدنی تین کروڑ پونڈ سے زیادہ ہے۔

سنہ ۱۹۱۰ء کا ذکر ہے کہ امریکہ کے ایک مدبر نے کہا تھا کہ ہمارے ملک میں دولتمندوں کا تناسب کل آبادی کا ۹ فیصدی ہے۔ اور ان کی مالیت تیرہ ارب پونڈ ہے یعنی ملک کی دولت کا ستر فیصدی حصہ ان کے قبضہ میں ہے۔ متوسط المال لوگ آبادی کا ۲۰ فیصدی ہیں اور ۱۹ ارب ساٹھ کروڑ پونڈ کی دولت میں سے ان کے حصہ میں صرف چھیانوے کروڑ پونڈ آتے ہیں۔ یہ اعداد و شمار دس سال پہلے کے ہیں۔ جنگ نے امریکہ کی دولت کو اور بھی زیادہ کر دیا ہے آجکل کے گوشواروں سے پتہ لگتا ہے۔ کہ امریکہ میں بیس ہزار

آدمی ایسے ہیں۔ کہ ان میں سے ہر ایک کے پاس دس لاکھ سے زیادہ پونڈ ہیں۔ اور بعض تو ان میں سے بلاشبہ کروڑپتی ہیں۔ دولت کی یہ ٹیڑھی تقسیم موجودہ تکالیف کا موجب بن رہی ہے۔ اُمرا کی عیاشی اور فضول خرچی غریبوں میں ناراضگی اور بغاوت کی روح پیدا کرتی ہے۔ مایہ دیوی پھر کیوں اپنی حکومت کا جال نہ پھیلائے۔ اخراجات رہائش دن بدن بڑھتے جاتے ہیں۔ اور قیمتیں چڑھتی جاتی ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ مشکلات بڑھ رہی ہیں۔ اور زیست کے لئے جدوجہد ہو رہی ہے اس میں اور زیادہ اضافہ ہو رہا ہے۔ آدمی ایک لادو جانور کی مانند ہوتا ہے۔ جو نہ تو اپنے بوجھ کو ہلکا کرسکتا ہے اور نہ اتارنے کی فکر کرسکتا ہے۔ پھر اگر شورشوں یا ہڑتالوں کا بازار گرم ہو تو کونسی تعجب کی بات ہے۔

مغرب کی تمدنی تہذیب کی ہر ایک بات مالداروں کی تائید کرتی ہے۔ اور اگر یہی لیل و نہار رہا۔ تو انقلاب لازمی ہے اور قریب ہے کہ موجودہ نظام درہم برہم ہو جائے اور ہم تو دیکھتے ہیں۔ کہ یورپ میں اس کے آثار پیدا بھی ہو گئے ہیں۔ تہذیب یورپ کی بنا جن خیالات پر مبنی ہے۔ وہ مذہب عیسوی کے شگوفے ہیں۔ لیکن اخلاق کا سنوارنا عیسائیت کے حیطۂ اقتدار سے باہر ہے۔ اس مذہب میں اتنی طاقت نہیں کہ زمانہ کی زہریلی ہوا کا مقابلہ کرسکے بلکہ اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔ اور اسکے بد اثر کو اپنے اندر لے لیتا ہے۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ ابتدا میں ہی یہ مذہب اپنے قوانین سے باہر ہو گیا تھا۔ ہر ایک قوم جو عیسائیت میں داخل ہوتی تھی۔ اسکو اپنے رنگ پر ڈھال لیتی تھی۔ اسی لئے عیسائیت اُن قوموں پر اپنا اثر نہ جما سکی۔

مغرب کو جس روحانی غذا کی ضرورت ہے وہ اب کسی اور جگہ سے تلاش کرنی چاہئیے اور ہمارے نزدیک اس ضرورت کو اگر کوئی مذہب پورا کرسکتا ہے تو وہ صرف اسلام ہی ہے اسلام ہی وہ علاج کرسکتا ہے جس سے آیندہ آنیوالے خطرات کا سدباب ہو سکے۔ اقتصاد کے متعلق اسلام کے چند احکام درج ذیل کیئے جاتے ہیں:۔

(۱) قرض پر کوئی سود نہ ہو۔ ساہوکارہ کی بجائے تعاون ہو۔ اسی کے ذریعہ سے

قوموں اور افراد کی گردنیں آزاد ہوسکتی ہیں۔ بڑے بڑے قومی قرضے جو قوم کی رُوح خشک کر رہے ہیں۔ ہلکے ہو جائینگے۔ اور انتظام کے ماتحت آسکینگے۔ ۳۱ مارچ ۱۹۱۸ء کو انگلستان کا قرضہ سات ارب تینتالیس کروڑ پچاس لاکھ پونڈ تھا اور جنگی تمسک اور سرٹیفکیٹ اس سے علیحدہ ہیں۔ پہلے قرضے کا سود پانچ کروڑ سترہ لاکھ سولہ ہزار پونڈ تھا۔ اور تمسکوں وغیرہ کا سود ۶ کروڑ پچاس لاکھ پونڈ تھا۔

دوسرے ممالک کے قومی قرضے حسب ذیل تھے:۔

فرانس	۵۳۰،۰۰۰،۰۰۰ پونڈ
رُوس	۵،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ پونڈ
اٹلی	۲،۵۰۰،۰۰۰،۰۰۰ پونڈ
جرمنی	۸،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ پونڈ
آسٹریا ہنگری	۴،۵۰۰،۰۰۰،۰۰۰ پونڈ

ان قرضوں کا سود اتنی بڑی رقم بنتی ہے کہ اگر ان ممالک کی آمدنی کو دُگنا بھی کر دیا جائے تو اس کے برابر شاید ہی ہو۔ اس قرض کو اُتارنے اور انتظام ملک کے اخراجات برداشت کرنے اور جنگ کی وجہ سے جو اور اخراجات آپڑے ہیں ان سب کو پورا کرنے کے لئے لازمی طور پر آمد کو چار گُنا اور بڑھانا پڑیگا۔ بلکہ بعض ممالک میں تو اور بھی زیادہ کرنا پڑیگا ٹیکس بڑھانے پڑینگے۔ اور اقوام کے مزدوری پیشہ لوگوں پر زیادہ بوجھ پڑیگا۔

قرض کا بڑا حصہ تو انہی لوگوں کا ہے جو ملک کے اپنے آدمی ہیں۔ غیر نہیں۔ ان قرضوں پر جو سود ہے اگر اسکو ترک کر دیا جائے۔ یا قرضخواہ خود ہی چھوڑ دیں۔ تو موجودہ حالت بہت کچھ سنور جائیگی۔ اور یہ ہو سکتا ہے کیونکہ تمام ممالک کی حکومت خود اختیاری حکومت ہے اور قوم کے بعض محبّ وطن اور فیاض دل ابھی سے اس نکتے کو سمجھنے لگے ہیں۔ ریوٹر کی خبر ہے:۔ ایڈنبرا کی فرم (کمپنی) نے ایک لاکھ پونڈ کے جنگی قرضے کا سود جو پانچ برس میں پچیس ہزار بنتا تھا اسکے چھوڑ دینے کا ارادہ ظاہر کیا ہے اور ساتھ ہی اس بات پر

بھی اصرار کیا ہے کہ اس کمپنی کا نام ظاہر نہ کیا جائے۔ اسی کمپنی کا یہ بھی ارادہ ہے کہ اس سے اگلے پانچ سالوں کا سود بھی نہ لے اور امید ظاہر کی ہے کہ دوسری کمپنیاں بھی ان کی تقلید کرینگی۔ مسٹر چیمبرلین نے اس عطیہ کو شکریہ کے ساتھ قبول کیا ہے۔ ایڈنبرا کی اس کمپنی کی تقلید اگر دوسری کمپنیاں بھی کریں۔ تو ممکن ہے کہ انگلستان کی پارلیمنٹ اس سوال پر غور کرے کہ آیا یہ قومی جان نثاری کی مثال قابلِ عملدرآمد ہو سکتی ہے یا نہیں اور اگر اس پر عملدرآمد ہو گیا تو یہ قربانی اپنی نوعیت میں اس فیاضی سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہو گی جو اسی پارلیمنٹ نے غلاموں کے آزاد کرانے میں دو کروڑ پونڈ خرچ کر کے ظاہر کی تھی۔ قوم کے دولتمندوں کا یہ فعل اپنے غریب بھائیوں کے حق میں نہایت ہی مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ اور اُمراء اور غرباء دونو کے باہمی تعلقات بہت ہی خوشگوار ہو سکتے ہیں ؛

قوم کے مدبّر جن کے ہاتھ میں اسوقت عنانِ حکومت ہے اس راز سے ناآشنا ہیں کہ ان دونو طبقوں کے باہمی تعلقات کا درست ہو جانا ملک کے حُسن انتظام اور قوم کی اقتصادی خوشحالی کے لئے کسقدر نفع رساں ہو سکتا ہے ؛

بین الاقوامی قرضوں کا بھی یہی حال ہے۔ اگر سود کو ترک کر دیا جائے تو قوموں کے آپس کے تعلّقات نہایت ہی اچھے ہو سکتے ہیں۔ جو زیادہ مالدار قومیں ہیں وہی سود پر روپیہ دیتی ہیں۔ اور اگر وہ اِس فیاضی کو کام فرمائیں تو دنیا جلد وہ دن دیکھ لیگی جب تمام قومیں آپس میں شیر و شکر ہو کر رہینگی۔ انگلستان نے یورپ کی اقوام سے ایک ارب چھپن کروڑ اور پچاس لاکھ پونڈ لینا ہے۔ اور امریکہ نے دو ارب لینا ہے۔ اس کے متعلق امریکہ کے مدبّر مسٹر برائن نے اپنے خیالات کا یُوں اظہار کیا ہے :-

"کیا آپ کو معلوم ہے کہ مَیں اِس مصیبت زدہ دنیا میں کسقدر امن کا خواہاں ہوں۔ سُنئے حضرات! ہمارے اتحادیوں نے ہمیں دس ہزار ارب پونڈ دینا ہے۔ اور اگر اس ساری رقم کے خرچ کرنے سے ہمیں دنیا کا دائمی امن حاصل ہو جائے تو مَیں اپنی گورنمنٹ کی طرف سے کہہ سکتا ہوں کہ ہم یہ رقم خرچ کر دینے کو بالکل تیار ہیں۔ ہم ایک ڈالر تک واپس نہیں لینے کے۔ بشرطیکہ

اس بات کا یقین ہو جائے کہ آیندہ جنگ نہیں ہوگی۔ اور اگر ہم اس رقم کو اپنے اتحادیوں سے واپس لینے کی کوشش بھی کریں تو ایک نسل کے گذرنے تک واپس نہیں لے سکتے۔ اور اگر ہم اُن سے لینے لگیں۔ تو وہ اپنے دشمنوں سے وصول کرینگے۔ اور اگر ہم رعایت کریں تو معاہدے کی شرائط اس طرح پر ترتیب دی جا سکتی ہیں۔ کہ برسر پیکار قوموں سے دوستی اور اتحاد قائم ہو سکتا ہے۔ پھر ہم اسلحہ بندی کو بھی اُڑا سکتے ہیں کیونکہ جہاں محبت اور مودت کا دَور دَورہ ہو اُس جگہ توپوں اور جنگی جہازوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ آپ دنیا کے مزدور پیشہ لوگوں کی پیٹھ سے اس بوجھ کو اُتار کر دیکھیں تو سہی کس طرح یہ لوگ خدا تعالیٰ کے آگے سربسجود ہونگے۔ اور امریکہ کے قومی جھنڈے کے مرہون منّت ہونگے۔ جس نے پہلے بھی ایک دنیا کو آزاد کرا دیا تھا۔"

(منقول از تقریر مسٹر برائن۔ فرانسسکو دوم جولائی ۱۹۲۰ء)

بیشک امریکہ کا جھنڈا اس نعمت غیر مترقبہ کے لئے حیران و پریشان دنیا پر احسان کا ایک بار گراں ڈال دیگا۔ ہمارے بھائی مفتی محمد صادق صاحب جو آجکل امریکہ میں تبلیغ اسلام کے کام پر مامور ہیں۔ لکھتے ہیں کہ امریکہ اندر سے بالکل مسلمان ہے۔ شراب کی فروخت کو قانوناً منع کرنے میں امریکہ نے یورپ کو سبق دیا ہے۔ کاش امریکہ یورپ کو سود کے چھوڑ دینے میں بھی ایسا ہی سبق دے کیونکہ اس نے غریبوں کا خون چوس لیا ہے؛

اب دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تجارت اور کاروبار کے لئے تو ضرور قرض کی ضرورت پڑتی ہے اسکے لئے کیا کیا جائے۔ لیکن اسلام کسی جائز بات کو نہیں روکتا۔ اسکا منشاء صرف یہ ہے کہ باہمی تعلقات انصاف اور صفائے باطنی پر مبنی ہوں۔ ساہوکارہ کی جگہ موالات ہونی چاہئیے سرمایہ دار اور عمال دونو نفع و نقصان میں شریک ہوں۔ دنیا میں امیر و غریب کا ہونا تو ضروری ہے۔ لیکن یہ زحمت نہیں بلکہ رحمت ہے۔ مگر ہر ایک کو برابر برابر موقع دینا چاہیئے۔ امیروں کی اپنی ذمہ واریاں ہوتی ہیں۔ یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ سب اچھی باتیں وہ اپنے لئے پسند کرلیں۔ اور اپنے غریب بھائیوں کو کس مپرسی کی حالت میں چھوڑ دیں۔ یہاں مجھے اسلام کا ایک اور نسخہ یاد آگیا:-

(۲) زائد دولت پر ٹیکس لگانا چاہیئے۔ غریبوں کا سوال ہی جانے دو۔ کیونکہ جو کچھ انکے پاس ہے انکو کھانے کے لئے مشکل سے کافی ہو سکتا ہے۔ لیکن دولت اور سرمائے پر ضرور ٹیکس لگانا چاہیئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگوں کو دولت جمع کرنیکی مادت کم ہو جائیگی اور چونکہ ٹیکس ہلکا ہے بھاری نہیں۔ اس لئے فضول خرچی اور اُڑا دینے کی بھی عادت نہیں پڑیگی۔ یہ خاص ٹیکس جو مالداروں پر لگایا جاتا ہے۔ دراصل اس وجہ سے ہے کہ غریب لوگ امراء کی خدمت میں لگے رہتے ہیں۔ اور انکی دولت کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور اس طرح وہ اپنی دولت سے حظ اُٹھاتے ہیں۔ اس قسم کی آمدنی کا بڑا مقصد غریبوں اور محتاجوں کی امداد کرنا ہے ؂

(۳) تجارت کے اندھا دھند طریقے موقوف کر دو۔ غلے کا آیندہ وقت کے لئے جمع کر رکھنا قابل سزا قرار دیا جائے۔ تمام ایسے اصولوں کو اسلام ناجائز قرار دیتا ہے جن سے تاجر کو خریدار کی بیوقوفی سے فائدہ اُٹھانے کا موقع ملے۔ ہاں اپنی محنت اور ذہانت سے فائدہ اُٹھانا اسکے لئے بالکل جائز ہے۔ (۴) حق وراثت کو ترمیم کر دو۔ یہ اصول کہ بڑا بیٹا ہی حقدار ہو اڑا دینا چاہیئے۔ چاہیئے کہ ساری اولاد اور دیگر رشتہ دار حق قرابت کی نسبت سے وراثت کے حقدار ہوں۔ اسی حق بزرگی نے سُست مالداروں کی جماعت پیدا کر دی ہے۔ انہی کے قیام کی خاطر اس اصول کی وجہ سے افراد پر ظلم ہوتا ہے۔ حسد پیدا ہوتا اور دل کڑھتا ہے۔ سوسائٹی کا انتظام اسی صورت میں قائم رہ سکتا ہے۔ کہ افراد کے درمیان تناسب قائم رہے۔ مالداروں کی جماعت قوم کے لئے مفید ہے مگر افرادِ قوم کی دولت میں نمایاں فرق کا ہونا خطرناک ہے۔ قانون اس بات کا محافظ ہو کہ انفرادی طور پر لوگ اپنی محنت سے فائدہ اُٹھا سکیں۔ لیکن ساتھ ہی اس بات کا بھی خیال رہے۔ کہ نکھٹوؤں کی جماعت نہ پیدا ہونے پائے۔ اسلام نے اقتصادی توازن کو قائم رکھنے کے لئے یہ اصول بتائے ہیں۔ ہمیں کامل یقین ہے کہ اُن سے بہت سے مسائل جنہوں نے اِسوقت مدبّرانِ یورپ کو پریشان کر رکھا ہے۔ حل ہو جائینگے۔ اگر انسان تعصّب کو چھوڑ دے۔ تو اس کی نجات کا سوال قریب اور قابل حل ہو جاتا ہے ؂

Digitized by Khilafat Library

ریویوز

احمدی جنتری ۱۹۲۱ء

مؤلفہ جناب محمد یامین صاحب تاجر کتب قادیان۔ یہ جنتری سلسلہ کا چوتھا نمبر ہے مصنف نے ماہواری تاریخوں کے علاوہ جو بہت سی معلومات اس میں جمع کر دی ہیں۔ وہ واعظین۔ مبلغین اور دیگر احمدی احباب کے لیئے بہت ہی مفید ہو سکتی ہیں۔ شروع میں خدا تعالیٰ کی ہستی کے دس ثبوت۔ پھر حضرت مسیحؑ کی وفات کے اثبات میں تیس آیات قرآنی۔ اور تیس ہی آیات صداقت مسیح موعودؑ کے بارے میں۔ اور پچاس نشانات امام مہدی کے ظہور کے لکھے ہیں۔ اخیر میں حضرت مسیح موعودؑ کے بہت سے اُردو الہامات درج کیئے ہیں۔ غرض یہ بہت سی نادر معلومات کا ذخیرہ ہے کاغذ عمدہ اور قیمت ۲؍ ہے۔ احباب خرید کر کے مؤلف کی حوصلہ افزائی کریں ٭

قادیان گائیڈ

جیبی سائز کی ۱۱۶ صفحہ کی کتاب ہے کاغذ نہایت عمدہ اور لکھائی چھپائی قابل تعریف ہے۔ قادیان سے باہر رہنے والے اور سلسلہ میں نئے شامل ہونیوالے دوستوں کے لئے نہایت مفید ہے۔ قادیان کی عمارات۔ مدرسے۔ دفاتر۔ مساجد محلے ہر ایک کی وجہ تسمیہ اور مختصر مگر ضروری واقفیت۔ اور انکی ہسٹری بتائی ہے۔ حضرت اقدسؑ کی تمام کتابوں کی تاریخ وار فہرست درج کی گئی ہے مقبرہ بہشتی میں مدفون احباب کی فہرست بھی دی ہوئی ہے اور انکی بھی جن کی نعشیں یہاں نہیں پہنچ سکیں۔ مگر کتبے لگے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ منارۃ المسیح کی مختصر تاریخ اور اس کی ضرورت اور اہمیت پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ قیمت ۷؍ بالکل مناسب ہے۔ احباب یہ مفید رسالہ جناب محمد یامین صاحب تاجر کتب قادیان سے طلب کریں ٭

ضروری اعلان

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ ہمارے آقا کا مضمون جو سنہ ۱۹ء سے متواتر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۶۹

فصلی بخار و طحال کی دوا فصلی بخار اور طحال کے لئے یہ ایک ہی دوا ہے

آجکل سیکڑوں اشتہار فصلی بخار و طحال کے دوا کا آپ دیکھتے ہونگے انمیں عموماً کونین رہتی ہے اسلئے یہ دوائیں بخار کچھ وقت تک روک دیتی ہیں لیکن جڑھ سے آرام نہیں کر سکتی ہیں ایسی بخار کیلئے ڈاکٹر ایس کے برمن کی فصلی بخار کی دوا چند روز میں ایکدم آرام کرنیکا خاص دعویٰ رکھتی ہے اور عوام کے فائدہ کو مدِ نظر رکھکر قیمت بھی بہت ہی کم رکھی گئی ہے اسمیں تین خاص صفتیں ہیں (۱) یہ ملیریا کے کیڑوں کو مار دیتی ہے اسلئے چار پانچ ہی خوارک کے استعمال سے بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے (۲) یہ خون کو گاڑھا کرتی ہے اور اسکے خرابیوں کو مٹاتی ہے (۳) یہ طحال کو گلاتی ہے۔ قیمت فی شیشی کلاں ۱۴ ار شیشی خورد ۸؍ محصول کلاں ۸؍ اور خورد ۷؍

امراض مستورات کی دوا

عورتوں کی بیماری میں نہایت مفید مارکین ملک کی مشہور دوائیں ودائی برنم اور ویدک کی قدیم زمانہ کی مشہور دوائیں اسوک وغیرہ کئی ایک دوائیوں کو ملا کر یہ دوا تیار کی گئی ہے اور اس کی آزمائیش بھی واقعی طور سے ہوتی آئی ہے۔ یہ ہر اقسام کے امراض مستورات کی دوا ہے کمزور رحم (بچہ دان) کو طاقت دیتی ہے۔ اور صاف رکھتی ہے۔ اسلئے رحم کی کل بیماریوں میں فائدہ کرتی ہے۔ اس سے حیض کی خرابی یعنی کم زیادہ دنوں میں حیض ہونا۔ کمر۔ پیڑو۔ جانگھوں۔ اور سر میں درد ہونا جی متلانا وغیرہ دُور ہوتا ہے۔

قیمت ایک روپیہ چار آنہ عہ محصولڈاک آٹھ آنہ ۸؍

ڈاکٹر ایس کے برمن پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ

(مطبع میگزین قادیان میں باہتمام شیخ محمد نصیب پرنٹر و پبلشر چھپا۔ صدر انجمن احمدیہ کے لئے شائع ہوا)